۲۵
۴۷

ہمارا منشور

ہمارے کام کا راستہ بالکل صاف ہے۔ ہماری کامیابی کے لئے کوئی روک نہیں۔ یقیناً خدا کی رحمتوں نے ہمارا ساتھ دیا اور ہم پر ایسی راہ کھول دی کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاہیں کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔ ہم نے اوّل دن ہی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلتے رہنا۔ استقامت سے مقصود یہ ہے کہ راہ میں جمے رہنا اور کبھی اس سے منہ نہ موڑنا۔

امام الاحرار السیّد
محی الدین ابو الکلام آزاد
رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۹-۲-۸۰

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم یَذْکُرُ اللہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا و رضوانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

"اللہ کا ذکر" اس کی جو کچھ اہمیت ہے "خدام الدین" کے قارئین کم از کم اس سے خوب خوب آگاہ ہوں گے کہ قریباً ۲۵ برس حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے ارشادات جو قرآن و حدیث کا نچوڑ ہوتے تھے اس مجلہ میں چھپتے رہے۔ اور اب تقریباً ۱۷ سال سے حضرت المخدوم مولانا عبید اللہ انور خلف الرشید حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے ارشادات شائع ہو رہے ہیں۔ اور یہ حدیث بارہا نقل کی گئی۔ جہاں تک ذکر کا تعلق ہے قرآن عزیز نے بتلایا ہے کہ انسانی قلوب کے اطمینان کا انحصار اس پر ہے۔ اور ایک جگہ عقلمند لوگوں کی علامتیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا اپنا عمل مبارک وہ ہے جو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے سنا اور حکم یہ ہے کہ اپنی زبانوں کو ہمیشہ اللہ کی یاد سے تر و تازہ رکھیں۔

نبی رحمت علیہ السلام نے ذکر کے فوائد بیان فرمائے ایک اہم ترین فائدہ یہ ذکر فرمایا کہ اس سے دلوں کا میل کچیل ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان غلطی کرتا ہے، جرم و خطا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے، دل سیاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے توبہ و انابت سے آدمی کام لے تو وہ ختم ہو جاتا ہے ورنہ گناہ کے بعد ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ دل پوری طرح سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو قرآن عزیز نے "ران" سے تعبیر فرمایا۔

تو اللہ کا ذکر اور اس کی یاد ایسا سرمایہ اور ایسی نعمت ہے کہ وہ سیاہی دور ہو جاتی ہے دل منجھ جاتا ہے اور پاک صاف ہو جاتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ آج امت مسلمہ اپنے عظیم المرتبت پیغمبرؐ کی محبت و عقیدت کا دم بھرتی ہے لیکن محض نام کی حد تک عملاً بالکل نہیں۔ اس کا نام دو عملی ہے اور یہ اللہ کو بالکل پسند نہیں۔

اپنے نبیؐ کی اتباع و اطاعت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کا دل اس کی یاد سے معمور ہو اس کی زبان ذکر الٰہی سے تر ہو اور باقی اعضاء و جوارح پر اس کا پورا پورا اثر ہو۔

وما علینا الا البلاغ

جلد ۲۵ ٭ شمارہ ۴۷
۸ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ٭ ۲۳ مئی ۱۹۸۰ء

——— اس شمارہ میں ———

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم :—— میاں محمد اجمل قادری
مدیر :—— محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے
	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

پرنٹر: الٰہی بخش ، مطبع کالمو پرنٹرز

عمل ـــ عمل ـــ عمل

گذشتہ جنوری میں اسلام آباد میں وزراء خارجہ کی کانفرنس کے بعد اب پھر اسی جگہ یہ اہم ترین اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اور جب یہ سطور قارئین کے سامنے آئیں گی اس وقت تک اجلاس ختم ہو چکا ہوگا اور برادر مسلم ممالک کے محترم مہمان اپنے اپنے ملکوں کو رخصت ہو چکے ہوں گے یا ہو رہے ہوں گے۔

اس کانفرنس کی تنظیم کے سیکرٹری جنرل جناب حبیب شطی نے کانفرنس میں مسلمان ممالک کے مشترکہ دفاع کے منصوبے پر غور کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ گذشتہ اجلاس میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس قسم کی تجویز پیش کی تھی۔

ہمیں یاد ہے کہ ہم نے اس موقعہ پر بھی توجہ دلائی تھی اور آج پھر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دنیائے اسلام کی یہ بنیادی ضرورت ہے جس کی طرف فوری توجہ اور عملی اقدام از بس لازمی ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں خلافت عثمانیہ کا قصہ ختم ہونے سے اب تک مسلمان ممالک جس تکلیف دہ صورتِ حال سے دوچار ہیں اس کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے اور ہم یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آزادی کے بعد کے دور میں اسلامی دنیا پیہم سازشوں کا شکار رہی اور کسی بھی مقام پر ایسی قیادت سامنے نہ آسکی جو ملت کے لیے مسیحا ثابت ہو سکے۔ چند رہنما جن میں اس قسم کا دم خم تھا وہ حالاتِ زمانہ کا شکار ہو کر رہ گئے جبکہ اکثریت کو اپنے مخصوص مشاغل سے ہی فرصت نہیں رہی۔

وہ چند حضرات جو اس کارِ خیر کے اہل تھے ان

ہیں مصر کے مرحوم صدر ناصر، سعودی عرب کے شاہ فیصل شہید سرِ فہرست تھے۔ صدر ناصر زندگی میں نام نہاد اسلام پسندوں کی طعن و تشنیع کا شکار رہے تو مرنے کے بعد ایک شرذمہ قلیلہ کی بے لگامی کا شکار ہیں حالانکہ ملّت کے غم میں جس طرح "وہ گھلتے رہے وہ ایک مستقل کہانی ہے ایسی کہانی جو چند شپرہ چشموں کو نظر نہ آئے تو نہ آئے لیکن بہر حال وہ ایک حقیقت ہے، ملّت کا یہ غم ہی مرحوم کی موت کا باعث بنا۔ اور پھر عالم اسلام میں جس طرح ان کا ماتم کیا گیا اس کی مثال سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو اس کی زندگی میں اسے کوس کر اپنی اسلام پسندی کا ثبوت دیتے تھے اس کے مرنے کے بعد تعزیتی بیان دینے میں سب سے تیز نکلے۔ رہ گئے شاہ فیصل تو جب انہوں نے مثبت انداز سے بڑی ہی تیز روی سے سفر شروع کیا تو پنجۂ استبداد کی خفیہ سازشیں خود ان کے محل میں پروان چڑھ کر اپنے ہی "عزیز" کے ہاتھوں المیہ کا نشان بن گئیں۔ ان دو مرحوم شخصیتوں کے علاوہ بھی کچھ افراد تھے جو سامنیوں کی اچھی ٹیم کے ساتھ افق عالم پر چمک سکتے تھے لیکن ایسا نہ ہوا ——— فیا حسرتا

اب کچھ دنوں سے جو صورت حال ہے اس کی سنگینی و المناکی کا اندازہ ہر مضطرب دل کو ہے۔ دیو استبداد ایشیا کے بڑے خطّہ کو اپنی مکروہ سازشوں میں لے کر پریشانی کا ماحول پیدا کر چکا ہے اور یورپ کا شاطر و عیار سیاست دان تیسری ممکنہ جنگ عظیم کی تاریکیوں سے ایشیا کو ظلمت کدہ بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ دشمن کی شاطرانہ چالوں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی مذبوحی حرکات، اپنی صفوں میں عدم اتحاد اور اس جیسے دوسرے معلوم اسباب نے خطرات کو اور زیادہ سنگین کر دیا ہے۔

ان خطرات کے پیشِ نظر بنیادی طور پر ایمان باللہ کی دولت کے اصل سرمایہ و ہتھیار کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ لیکن ہم اجتماعی طور پر اس سرمایہ سے محروم ہیں۔ اور اس کا اعتراف کرنا چاہیے اور بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ جب اللہ میاں ہی ناراض ہوں تو پھر سبھی تدبیریں الٹ ہو جاتی ہیں (رب رُسّے عقل کھسّے) بے تدبیری اور عدم حکمت کا جو عالم ہے وہ واضح ہے ہماری صحافت بی بی سی۔ وائس آف امریکہ، ماسکو ریڈیو اور رائٹر وغیرہ کی مرہونِ منت ہے تو ہماری معیشت بنکوں کے گرد گھومتی ہے جسے مرحوم اقبال "چالاک یہود کی فکر" سے تعبیر کرتے ہیں۔

رہ گیا اسلحہ و دفاع کا قصہ تو اس میں ہماری بے بسی الم نشرح ہے۔ جہاد اسلامی کا مقدس فرض سبھی کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور اس لائن کے لوگ "کارِ دیگر" کے رسیا ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر دفاعی سامان کی بات ہے تو اسے نہ چھیڑنا ہی بہتر ہے۔ یہ اجتماعی اجلاس اور اجتماع ملّت کے لیے مثبت پیش رفت کا باعث بن جائیں اور معاملات قراردادوں سے آگے عمل کی شکل دھار لیں تو چمن سے روٹھی بہار کا پلٹنا ناممکن نہیں۔

ٹھوس منصوبہ بندی، مخلص و سنجیدہ قیادت، حکمت و تدبّر اور سب سے بڑھ کر ایمان و ایقان کی دولت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہم اللہ کے حضور دست بدعا ہیں کہ بدر و حنین میں فتح و کامرانی نصیب فرمانے والے ہماری مشکلات کو دور فرما کر ہمیں فہم صحیح اور عقل سلیم کی دولت سے نوازے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

——— علی

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شیخِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

حضرات محترم! آج سے قریباً ڈیڑھ سو سال قبل اہل صلاح و تقویٰ اور اربابِ عزیمت کا ایک قافلہ اس ماہ کی ۶ تاریخ کو (۶ مئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ کی وادی میں خاک و خون میں غلطاں ہوگیا۔ یہ حضرات ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے وقت کا شیخ الاسلام، امام الاولیاء اور شیخ طریقت تھا۔ ناز و نعم کے پلے ہوئے یہ لوگ اللہ کے دین کی حمایت اور نصرت میں گھر سے بے گھر ہوئے۔ عیش و آرام کی زندگی کو قربان کرکے مصائب و آلام کی زندگی کو دعوت دی۔ اور سینکڑوں ہزاروں میل کے پرکھٹن سفر کو طے کیا۔ اس راہ میں ان کے پاؤں آبلوں کا شکار ہوئے۔ ان کی زبانیں پیاس کی وجہ سے خشک کانٹا بن کر رہ گئیں۔ انہیں اپنے پیٹ کی بھوک بجھانے کے لیے صبر کرنا پڑا۔ اور پھر اس راہ میں نابکار لوگوں نے "حق گوئی و حق آگاہی" کے جرم میں انہیں زہر دے ان کے ان گنت قیمتی ساتھیوں کو سازش کے ذریعہ موت کی نیند سلا دیا۔ لیکن آفریں ہے ان کے ایمان پر کہ وہ ذرا بھر مقصد سے پیچھے نہ ہٹے، بڑھتے گئے حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔

جانتے ہو یہ کون تھے؟

شاہ علم اللہ قدس سرہٗ خلیفہ راشد حضرت السید آدم بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے حجۃ الاسلام شاہ محمد اسمٰعیل، سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے داماد مولانا عبدالحی۔ ہزاروں علماء و صلحاء کے شیخ طریقت مولانا شاہ عبدالرحیم ولایتی شہید اور صادق پور کے ذی علم و ذی وجاہت افراد، یہ لوگ وقت پر پڑھتے پڑھاتے رہے، ذکر و فکر میں بھی مشغول رہے لیکن جونہی انہیں اللہ کے دین نے پکارا اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔

واقعہ یہ ہے کہ برصغیر میں جس طرح اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فرض صوفیاء و صلحاء نے سرانجام دیا اسی طرح ملت کی بقا و آزادی کی جنگ بھی انہوں نے لڑی۔ وقت پر خانقاہوں سے نکل کر میدانِ جنگ میں آ گئے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے قربان ہو گئے۔

حضرت السید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی خانقاہ کے ہونہار فرزند تھے سلاسل اربعہ میں طاق تھے۔ اسی طرح باقی حضرات کا معاملہ تھا لیکن ان کا تصوف و سلوک جامد نہیں متحرک تھا یہ قرآن کے تزکیہ اور حدیث کے احسان کی حقیقت سے آشنا تھے۔ زندگی کو متحرک رکھنا ان کا مشغلہ تھا اور تلواروں سے بڑھ کر کوئی کھلونا انہیں عزیز نہ تھا۔ ہندوستان بھر میں قافلہ در قافلہ جا جا کر اصلاح عقائد و اعمال

کہ وعظ کیا۔ اہل جنوں کا قافلہ
تیار ہو گیا تو پا برہنہ اس کے
عشق میں نکل کھڑے ہوئے۔
جو بے نیاز اور ہر قسم کی حمد و
تعریف کا مستحق ہے۔

پھر ان کی خانقاہیں جنگی
مراکز میں تبدیل ہو گئیں۔ ذکر و
فکر کے حجرے اسلحہ خانوں میں
تبدیل ہو گئے۔ مراقبہ وغیرہ کی
جگہ جنگی مشقیں شروع ہو گئیں
اور تصوف و طریقت کا سارا
رخ اعلاء کلمۃ اللہ اور منکرات
کے مٹانے کی طرف ہو گیا۔

سچا صوفی وہ ہی ہوتا ہے
جو دین کے ہر تقاضے کو پورا کرے
ہمارے ان بزرگوں نے اور ان
کے بعد دوسرے بزرگوں نے اس
کسوٹی پر اپنے آپ کو سچا ثابت
کر دکھایا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ
تعالیٰ قطب الاقطاب تھے، پوری
دیوبندی جماعت کے شیخ لیکن
شاملی کے میدان میں انگریز سے
نبرد آزما اور اس کی فوج سے
توپ چھین لی۔ خود حضرت حاجی
امداد اللہ قدس سرہٗ امیر المجاہدین
تھے۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوری
رحمہ اللہ تعالیٰ کی خانقاہ ہر ملّی
تحریک کا مرکز تھی حضرت شیخ الہند
جنید وقت تھے لیکن ہر وقت
مصروف جہاد۔ حضرت مدنی اور
حضرت لاہوری نیز حضرت رائے پوری
رحمہم اللہ تعالیٰ کی خانقاہیں اُدھر
ہمارے شیوخ حضرات دین پوری
حضرت امروٹی رحمہما اللہ تعالیٰ کی
خانقاہیں تحریک آزادی کے مراکز
تھیں۔ جیل جانا ان حضرات کا
مشغلہ تھا۔ اسلحہ بنانا، مجاہدین کو
فراہم کرنا یہ تاریخی حقائق ہیں۔
یاد رکھیں کہ یہی حضور علیہ السلام
کا سچا اتباع ہے۔ وقت پر
نماز، وقت پر روزہ، وقت
پر ذکر و فکر اور وقت پر
جہاد ـــ آج جہاد کی سنت
متروک ہے پوری قوم لہو و
لعب کا شکار ہے ـــ حضور
علیہ السلام نے نوجوانوں کو
گھڑ دوڑ، تیر اندازی اور نیزہ بازی
کی تلقین کی۔ ہمارے بزرگوں کے
یہی انداز تھے۔ انگریز ان سے گھبراتا
اور وہ انگریز کی چالوں کے
سب سے بڑے شناسا تھے۔
ان کی بصیرت کو وقت نے
سلام کیا تاریخ نے انہیں سچا
کر دکھایا۔ اُن کے نام لیواؤں کا
فرض ہے وہ ذکر و فکر کے
ساتھ ساتھ جہاد و قربانی کے
میدان میں بھی اپنا روایتی کردار
ادا کریں۔ اس راہ کی زندگی غازی
کی زندگی ہوگی اور موت شہادت
کی ـــ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے
اسلاف کی سچی پیروی نصیب فرمائے۔
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اظہار تعزیت

۱۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ
الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب
مدظلہم کی والدہ محترمہ ایک عرصہ
علیل رہنے کے بعد پچھلے ہفتہ
انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا
الیہ راجعون۔

والدہ کا سایہ شفقت
کسی بھی انسان کے لیے اللہ کی
خصوصی رحمت ہے۔ لیکن نظام
کائنات میں کسی کا دخل نہیں
وہ مرحومہ اس لحاظ سے سعادت مند
ہیں کہ ان کا بیٹا حدیث پاک
کی تدریس میں مشغول ہے اور
ایک دنیا اس سے فیض یاب
ہو رہی ہے۔

ہم مولانا المحترم اور خاندان
کے باقی تمام افراد کے حادثہ غم
میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو
ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے
جوار رحمت میں جگہ دے اور
پسماندگان کو صبر و اجر جزیل
سے نوازے۔

۲۔ حضرت امیر انجمن خدام الدین
کے خصوصی صاحب تعلق اور انجمن
کی مساجد سے متعلق مختلف امور
کے نگران جناب شیخ عبدالمجید
صاحب آف لوہاری دروازہ لاہور
کے چھوٹے بھائی شیخ عبدالحمید

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : فاروقی

حضرت صدیق اکبر رضؓ ہر معاملے میں سبقت لے گئے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔
الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و للہ عاقبۃ الامور۔

محترم حضرات ! حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور سیرت کے چند پہلو آپ کے سامنے بیان ہوئے کہ کس طرح انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و شیفتگی کا عملی ثبوت پیش کیا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ پھر ان کے اخلاص ، ایثار و قربانی ، تقویٰ و پاکیزگی اور عشقِ خدا اور محبتِ رسولؐ کی وجہ سے انہیں وہ بلند مقام نصیب ہوا کہ انبیاء کے بعد انسانیت میں سے کسی کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضؓ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے لیکن جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اسلام لانے میں سب پر سبقت لے گئے اسی طرح ہر موقعہ پر آپؓ ہی کو تمام صحابہؓ پر سبقت حاصل رہی۔

حضرت عمر رضؓ کی خواہش مسابقت

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضؓ کی یہ روایت اور اعتراف موجود ہے کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے ہم کو خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کا حکم دیا۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر کسی دن کسی معاملے میں حضرت ابوبکر رضؓ پر میرا سبقت لے جانا ممک[ن] ہے تو وہ آج کا دن ہ[ی] ہو سکتا ہے کہ میں کافی ما[ل] خرچ کر کے اُن سے آگے [نکل] جاؤں گا۔ چنانچہ میں اپنے گ[ھر] کا آدھا مال لے کر حاضر خد[مت] ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والس[لام] نے دریافت فرمایا کہ اے عم[ر] گھر والوں کے لیے کتنا ما[ل] چھوڑا۔ میں نے عرض کیا " آ[دھا] مال "۔ پھر حضرت ابوبکر رضؓ ا[پنے] گھر کا تمام اثاثہ اور س[ب] ساز و سامان لے کر حاضر ہو[ئے] رسول اللہؐ نے ان سے [...] پوچھا۔ کہ گھر والوں کے [لیے] کیا چھوڑا۔ تو انہوں نے ع[رض] کیا " اللہ اور اس کے رس[ول] (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محب[ت] کے علاوہ کچھ بھی نہیں چھ[وڑا] پھر حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں میں نے دل میں اندازہ لگا[یا] کہ " لا اسبقہ الیٰ شی[ء] ابدًا۔ یعنی میں ابوبکر رضؓ پر [...]

بھی سبقت لے جا سکوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا و سلام

اسی واقعہ سے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ تمام اثاثہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ پر فقر کے حالات واقع ہوئے۔ آپؓ ایک کمبل کا لباس پہنے حضور سرور کائنات علیہ التحیہ والسلام کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے، اور حضور علیہ السلام سے عرض کیا۔ ان اللہ یقول اقراء علیہ السلام وقل لہ اراضٍ انت عنی فی فقرک ام ساخط۔" کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ابوبکرؓ کو میرا سلام کہو اور اس سے دریافت کرو کہ وہ اس فقر کی حالت میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ؟ حضور علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا سلام حضرت ابوبکرؓ سے کہہ کر اُن سے یہ سوال کیا تو حضرت ابوبکرؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھے سلام آیا ہے۔ فوراً بول اٹھے۔" ءاسخط علی ربی انا علیٰ ربی راضٍ انا علی ربی راضٍ"۔ کیا میں اپنے رب پر ناراض ہو سکتا ہوں ؟ میں اس حالت میں بھی اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں ہر حالت میں اپنے رب سے راضی ہوں"۔

اللہ اللہ، اُن کی نیکیوں کی قبولیت کا اندازہ لگائیے۔ کہ خود عرش سے اُن کے لیے سلام آئیں اور انہیں ان کی نیکیوں کی قبولیت کا سرٹیفکیٹ مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے زبانِ نبوّت سے بارہا آپؓ کو جنّت کی بشارت دی بلکہ جس طرح حضرت ابوبکرؓ ہر معاملے میں دوسرے تمام ساتھیوں سے آگے رہے اسی طرح جنّت میں بھی سب سے پہلے آپؓ ہی داخل ہوں گے۔

ایک فیصلہ کُن حدیث

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتانی جبرئیل فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ الذی یدخل منہ اُمتی" کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام (معراج کی شب) آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری اُمّت جنت میں داخل ہوگی۔ فقال ابوبکر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وددت انی کنت معک حتی انظر الیہ" تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوتا کہ اُس دروازے کو دیکھ لیتا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انک یا ابابکر اوّل من یدخل الجنۃ من امّتی۔ کہ اے ابوبکرؓ! یقین رکھو میری امت میں سے سب سے پہلا شخص تو ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔

وارثِ سرمایۂ نبوّت

محترم حضرات! ان احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور پوری امّتِ مسلمہ اس مسئلہ پر متفق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو دنیا و آخرت میں نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ اور اعزازی مقام حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے علومِ نبوت کا وارث اور اپنا جانشین آپؓ کو ہی مقرر فرمایا۔

وراثتِ انبیاء

یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ انبیاء کرام اپنے بعد جاگیر و جائداد مادی سرمایہ و ثروت اور مال و دولت وراثتاً چھوڑ کر

نہیں جاتے۔ خود حضور سرورِ کائنات
علیہ التحیہ والسلام نے بھی وضاحت
فرمائی کہ "انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
دراہم و دینار کی صورت میں
اپنی کوئی وراثت چھوڑ کر نہیں
جاتے بلکہ اُن کی وراثت علم
ہوتا ہے اور جو بھی علم حاصل
کرتا ہے وہ وراثتِ انبیاء میں
حصے دار بن جاتا ہے۔ اس پر
سیدہ عائشہ صدیقہ کی تصدیق بھی
موجود ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس طرح فیاضی و
سخاوت کے ساتھ زندگی گذاری
کہ کبھی کوئی چیز ذخیرہ نہیں
کی بلکہ جو کچھ آیا اُسے اللہ
کی راہ میں قربان کر دیا۔ چنانچہ
جب آپؐ اس دنیا سے رخصت
ہوئے تو اپنے ترکے میں کچھ
بھی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آپؐ کی
زرہ ایک یہودی کے پاس رہن
رکھی ہوئی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ
اپنی پڑوسن سے تیل مانگ کر
لائیں تاکہ چراغ روشن کیا جائے۔
کہ یہ رات حضورؐ کی زندگی کی
آخری رات تھی۔

اس سے یہ بات واضح
ہو گئی کہ نبوت کا سرمایہ اور
رسالت کا ترکہ مال و دولت
نہیں علم ہوتا ہے اور یہ
سعادتمندی و خوش نصیبی بھی حضرت
ابوبکرؓ کے حصہ میں آئی، کہ
حضورؐ نے خود آپؓ کو اپنے
علوم نبوت کا اصل وارث
اور جانشین نامزد فرمایا۔ چنانچہ
احادیث میں موجود ہے کہ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے
نے جتنے علوم میرے سینے میں
رکھے تھے وہ تمام کے تمام
میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال
دئے ہیں"

اور پھر اپنی زندگی میں
ہی اپنی جگہ امامت کے لیے
آپؓ کو مقرر فرما کر آپؓ کی
کی جانشینی کے فیصلہ پر مہر
تصدیق ثبت فرما دی کہ علوم
نبوت کے وارث اور انبیاء کے
بعد کائنات کے سب سے بڑے
عالم ہونے کی وجہ سے حضرت
ابوبکرؓ ہی انبیاء کے بعد کائنات
کے امام اور جانشینِ رسول ہیں۔

چنانچہ احادیث کی تمام
کتابوں میں موجود ہے کہ حضورؐ
نے اپنی مرض وفات میں حضرت
ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ
کی جگہ نمازیں پڑھائیں جس پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود اور صحابہ کرامؓ نے بھی
عملاً اطمینان کا اظہار کیا یہی
وجہ ہے کہ حضورؐ کی وفات کے
بعد تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر
آپ کو ہی خلیفۃ الرسول مانتے
ہوئے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت
کی۔ پھر اگر آپؓ کی خلافت
کے دور پر نگاہ ڈالی جائے
تو یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے
کہ خلافت و امامت کے لیے
آپؓ کا انتخاب بالکل درست
تھا اور اگر کسی اور صحابیؓ کو
آپؓ کی جگہ اس نازک موقع
پر خلافت کے لیے منتخب کیا
جاتا تو شاید حالات اس طرح
نہ سُدھر سکتے جس طرح حضرت
ابوبکرؓ نے اپنے تدبر، حکمت عملی
عشقِ رسالت اور اپنے جذبۂ
جہاد کے ذریعہ انہیں بہت جلد
سنوار لیا اور اسلامی حکومت
مستحکم ہو گئی۔

انشاءاللہ تعالےٰ

اگلی نشست
میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی خلافت اور دورِ حکومت
کے بارے میں چند باتیں عرض
کی جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ اس خلیفۂ
رسولؐ اور امیرالمومنین کی روح
پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل
کر کے ہمیں بھی اُن کے

اتباع کی توفیق

نصیب فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ

شہدائے بالاکوٹ

۱۲ مئی ۱۹۷۰ء بروز منگل پاکستان نیشنل سنٹر لاہور شاخ کے زیر اہتمام حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منعقدہ تقریب میں جس کی صدارت جناب جسٹس گل محمد صاحب نے فرمائی ارتجالاً کہے گئے اشعار جناب مرزا جانباز صاحب نے پڑھے جو بہت پسند کئے گئے۔

کہیں سے ڈھونڈھ کے لاؤ تو ایسے دیوانے
جو شمع عشق پہ جل کر مرے ہوں پروانے

لہو سے جن کے سویرا ہوا ہے عالم میں
ملی ہے حق کو جلا کفر سے تصادم میں

نظامِ مصطفوی کے یہی ہیں لعل و گوہر
انہی کی تیغ سے توحید کے کھلے جوہر

یہ اپنے ہاتھ میں قرآن لے کے آئے تھے
یہ اپنے سینوں میں ایمان لے کے آئے تھے

انہیں تھا شوقِ شہادت یہی مسلماں تھے
یہی تھے وقت کے وارث جہاں کے سلطاں تھے

یہی ہیں جن کو شہیدانِ بالاکوٹ کہیں
خدا کرے کہ دلوں میں یہی سمائے رہیں

سروں میں موت کا سودا دلوں میں جوشِ جنوں
ایمان کے سائے میں نکلے تھے مارنے شبخوں

تھا وقت نے جانباز کا خطاب انہیں
فلک نے مان لیا اپنا آفتاب انہیں

جانباز مرزا

دار العلوم دیوبند ——— فکرِ ولی اللّٰہی کا ترجمان

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم کا یہ مقالہ اجتماع صد سالہ دار العلوم دیوبند کے موقعہ پر ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کے خصوصی اجتماع میں پڑھا گیا، جسمیں ابنائے قدیم کی کثیر تعداد کے علاوہ بعض دوسرے چیدہ چیدہ اہلِ علم بھی موجود تھے، الحمد للہ کہ اہلِ علم نے اسے خوب خوب پسند کیا افادہ عام کی غرض سے پیشِ خدمت ہے

ادارہ

حکیم الامت، امام الہند حضرت الامام الشاہ ولی اللہ دہلویؒ بنیادی طور پر ایک مفکر اور فلسفی تھے جن کے پیشِ نظر یہ مسئلہ تھا کہ وہ سررشتہ فکر و عمل جو مسلمانوں کے ہاتھوں نکل چکا ہے اور مسلمان ذہنی و فکری اور اخلاقی طور پر انحطاط کا شکار ہو چکے ہیں، اسکی اصلاح کیجائے اور اس قوم کو پھر سے صحیح لائن پر سرگرم سفر کر دیا جائے،

شاہ صاحب کے متعلق یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ آپ کی پیدائش غازی اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کی وفات سے چار سال قبل ہوئی، اور شاہ عالم ثانی کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا ساٹھ سال کی مختصر عمر میں دس حکمرانوں کی حکومتیں انہوں نے بنتے اور بگڑتے دیکھیں اور ملت کے اندر شدید قسم کا انتشار، بے چینی اضطراب، اور طوائف الملوکی انہیں نظر آئیں ان کی دوربین اور عمیق نگاہیں ظاہر بیں لوگوں کی طرح ان حالات کو محض سیاسی مفاد و اقتدار کی جنگ نہیں سمجھتی تھیں بلکہ آپ واضح طور پر خیال فرماتے ہیں کہ اس قوم کے اونٹ کی کوئی سی کل بھی سیدھی نہیں، اور اس سے بڑھکر ستم یہ ہے کہ مسلمانوں میں نہ تو حالات کی سنگینی اور اپنے زوال و انحطاط کا احساس ہے اور نہ ہی ان میں کوئی اصلاحی تحریک موجود ہے، اسلئے انہوں نے جسطرح کام کیا اس کی تمام تر بنیاد علم و فکر پر تھی کیونکہ ان کا زاویہ درست ہوئے بغیر کوئی سی عملی تحریک اور اقدام فضول محض تھا،

جب آپ نے ایک بات طے فرمالی تو پھر اسکی روشنی میں کام شروع کیا جسکی تفصیلات میں جائے بغیر محض چند اشارات پر اکتفاء کرتا ہوں،،

قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کی وہ آخری اور سچی کتاب ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کی رہنمائی کرے گی، یہی کتاب ہے جس پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا انحصار ہے، جیسا کہ نبی امی خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

مسلمان قوم کی قرآن عزیز سے وابستگی اور گہرا لگاؤ از بس ضروری تھا اور ہے! لیکن بدقسمتی سے آج کی طرح اس وقت بھی یہ کتاب تعویذ گنڈوں اور دعا و برکت کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی تھی، اس میں شک نہیں کہ دعا و برکت کے لئے بھی اس سے بڑھکر کوئی کلام نہیں لیکن قرآن کے نزول کا مقصد محض یہ نہیں تھا، تاہم اس زمانہ میں ہوتا ایسا ہی تھا کہ اس کتاب سے برکت حاصل کرو اور بس شاہ صاحب نے اس بات کو شدت سے محسوس فرمایا اور اس کتاب ہدیٰ سے مسلمانوں کی وابستگی کے لئے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی، کیونکہ اس دور میں علم و شخصیت کے اجارہ دار قرآن کی سچائیوں کو چھپا کر اپنا تنور شکم بھرتے تھے اور بس، اور عوام کی

یہ حالت تھی کہ وہ قرآن کی زبان سے آشنا
نہ تھے اس لئے شاہ صاحب نے اس دور
کی قومی و دفتری زبان فارسی میں ترجمہ کر ڈالا
جس سے احبار و رہبان کے گھروندوں میں
قیامت بپا ہو گئی، لیکن شاہ صاحب نے
ایسا کر کے حالات کا دھارا بدل دیا،

قرآن کے بعد مسلمان کا سب سے بڑا علمی سرمایہ
فرامین و ارشادات نبوت ہیں جو حضرات
محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کاوشوں سے
محفوظ ہو کر ملت کی رہنمائی کے لئے موجود ہیں
اس سرمایہ میں بخاری و مسلم، ابو داؤد،
ترمذی جیسی متعدد کتابیں شامل ہیں جن کے
مرتب کرنے والوں نے واقعی عظیم خدمات
سرانجام دی ہیں، لیکن شاہ صاحب کے
نزدیک بوجوہ مؤطا امام مالک کی بڑی اہمیت
تھی اس لئے انہوں نے فن حدیث میں اس
کتاب کو محور و مرکز بنا کر کام کیا اور اس طرح
کہ اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم قدس
سرہ کے مدرسہ رحیمیہ جہاں تدریس کا سلسلہ
شروع فرما کر اور اس مدرسہ کی عظمتوں کو
چار چاند لگا کر رجال کار کو تیار کیا وہاں اس
کتاب کی دو شرحیں لکھیں ایک عربی میں
دوسری فارسی میں،

عربی اہل علم کے لئے تھی تو فارسی انہیں لوگوں
کی خاطر جن کے لئے قرآن عزیز کا ترجمہ کیا گیا تھا
مختلف الاستعداد حضرات کی خاطر یہ دو شرحیں
جو لکھی گئیں ان میں وہ واضح فرق موجود ہے،
جو اس کا تقاضہ تھا اس کام نے علم حدیث
سے وابستگی کی آگ کو شعلہ جوالہ بنا دیا اور
آئندہ چل کر حدیث کی جو خدمت یہاں ہوئی اس
کا اندازہ کرنا مشکل ہے،،

قرآن و سنت کے بعد احکام اسلامی کے
فلسفہ حکمت پر آپ نے قلم اٹھایا جس کا
مقصد یہ تھا کہ عقلیت کے اس دور میں
لوگوں کے ذہن میں اسلامی احکامات
و عبادات سے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں وہ
دور ہو جائیں، حجۃ اللہ البالغہ اس سلسلہ
کی جیسی کتاب ہے اس کا اندازہ اہل علم
ہی کر سکتے ہیں اور یہ شاہ صاحب کا
شاہکار ہے

سلوک و تصوف جو قرآنی لفظ "تزکیہ"
اور حدیثی اصطلاح "احسان" کے مترادف
ہیں" باقی شعبہ ہائے حیات کی طرح ان
کے معاملہ میں بھی چند در چند خرابیاں پیدا
ہو چکی تھیں اور عام طور پر لوگ شریعت و
طریقت کی گمراہانہ تفریق کا شکار ہو چکے
تھے، ان کے نزدیک ایک شیخ طریقت
اور مسند ارشاد کے علمبردار کے لئے شرعی
ضابطوں کی پابندی ضروری نہ تھی، یہ تنہا
گمراہ کن نظریہ تھا کہ اگر اس طوفان بدتمیزی
کے سامنے بند نہ باندھا جاتا تو اللہ کی مخلوق
انتہائی گمراہی اور بے راہ روی کا شکار
ہو جاتی۔ امام ولی اللہ نے جو سلوک
و تصوف کے رمز شناس اور جوہر
شناس تھے انہوں نے خالص محمدی
سلوک کو الم نشرح کیا اور اس سلسلہ میں
پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ کیا،،

کسی بھی قوم کا ماضی سے رشتہ و تعلق از بس
ضروری ہے جب کوئی قوم اپنے ماضی
سے کٹ جاتی ہے تو اس کے نتائج بڑے
ہی ہولناک ہوتے ہیں، شاہ صاحب
سے پہلے بھی یہ فتنہ کسی نہ کسی شکل میں
موجود تھا لیکن آپ اور آپ سے قریب کا
دور اس اعتبار سے بڑا ہی ہلاکت انگیز تھا
سبائی ذہنیت جسے بوجوہ اپنے گمراہ کن
فکر کی ترویج کے مواقع مل گئے وہ امام
حاضر و غائب کے چکر میں قوم کو مبتلا کر کے
ماضی کے اسلاف بالخصوص صحابہ کرام پر
سے اعتماد ختم کرنے پر تلی ہوئی تھی،،
شاہ صاحب نے ماضی کی داستان کو جو چھیڑا
تو ازالۃ الخفاء کی شکل میں قوم کو ایک
ایسا دفتر مل گیا جو اپنی مثال آپ تھا،،
اس سرمایہ میں نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان
کی عظمت دینی کو واشگاف کیا گیا تھا بلکہ سیاست
مدن اور اجتماعی زندگی کے نشیب و فراز پر
بھی بڑی ہی حکیمانہ گفتگو موجود تھی

علاوہ ازیں شاہ صاحب نے معاشرہ میں
پھیلی ہوئی اس صورت حال کا سختی سے
نوٹس لیا جس میں بعض لوگ آقا و معبود بن کر
رہ گئے تھے اور عمومی آبادی ان کے ظلم و ستم
کا شکار تھی، آئندہ چل کر یورپ میں جو
صنعتی انقلاب آیا اور جس کی وجہ سے انسانی زندگی
کا ڈھانچہ ہل کر رہ گیا اس کے متعلق اس
صاحب بصیرت انسان نے بہت پہلے متنبہ
کر دیا تھا۔ یہی انقلاب آئندہ کمیونسٹ
انقلاب کا باعث بنا اور یہ درحقیقت ایک
رد عمل تھا اس صورت حال کا جس میں زندگی
کے ہر شعبہ پر مسلط چند اجارہ داروں نے
انسانی آبادی کا جینا دوبھر کر دیا تھا اور
پھر بدقسمتی سے مذہبی اجارہ داروں نے
انہی چند انسانوں کی پشت پناہی کی جو شرف
انسانی کے دشمن تھے۔ یہ شاہ صاحب کا
ملت پر احسان ہے کہ آپ نے اسلام کے

کے عادلانہ معاشی و اقتصادی نظام کی گرہیں اس وقت کھولیں جبکہ بابائے کمیونزم کارل مارکس ابھی دنیا میں آیا بھی نہ تھا، یہ تھا شاہ صاحب کا وہ اصل کارنامہ جسکی طرف ہم نے ابتداء میں اشارہ کیا اور یہ دعوی کیا کہ آپ بنیادی طور پر ایک مفکر اور فلسفی تھے،

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آنے والی نسل کے لئے جو فکر متعین فرمائی اس کا دو لفظی تعارف فک کل نظام" کے عنوان سے کرایا جا سکتا ہے یہی فکر آئندہ چل کر آپ کے خلف الرشید اور جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے فتوٰی کی شکل میں سامنے آئی جو ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے ناطے سے مشہور ہے اور فتاوٰی عزیزی میں موجود ہے"

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے اس فتوٰی کے ساتھ ہی اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مجاہدین کو منظم کرنا شروع کر دیا جسکی تنظیم کے لئے اللہ نے آپکو ایک ایسا خادم عطا فرمایا کہ جسے اللہ نے شاید پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا میری مراد حضرت امیر المؤمنین السید احمد بریلوی قدس سرہٗ سے ہے جو خانوادہ بریلی کے چشم و چراغ تھے اور جن کے اکابر کے انفاس طیبہ مجاہد اعظم سلطان ٹیپو شہیدؒ کے جہاد میں برابر شامل تھے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سلطان ٹیپو کا تعلق سید صاحب کے اکابر سے تھا اور اس تعلق کی تجدید سید صاحب نے اس وقت فرمائی جب آپ سفر حج کے لئے تشریف لیجا رہے تھے اور ٹیپو مرحوم کے شہزادگان کلکتہ میں نظر بند تھے،

حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہٗ کو عملی محاذ پر متعین کرنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنے بابا حضرت الامام ولی اللہ دہلوی کی فکر کو مزید آگے بڑھایا جو تفسیر عزیزی کی شکل میں سامنے آیا، اس کے ساتھ ہی آپ کے دوسرے بھائیوں نے فکر ولی اللہی کی جلاء و ترقی کا کام جاری رکھا، اور دو بھائیوں یعنی حضرت شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین قدس سرہما نے قرآن عزیز کے اردو تراجم کا ڈول ڈالا، اول الذکر نے بامحاورہ اور ثانی الذکر نے تحت اللفظ، اول الذکر کے ترجمہ کے متعلق بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی رائے بڑی وقیع ہے یعنی یہ کہ اگر قرآن مجید اردو میں نازل ہوتا تو شاہ عبد القادر کی زبان میں ــــــــ او کما قال رحمہ اللہ،

شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ نے اردو زبان کو اسلئے منتخب فرمایا کہ اب فارسی کی جگہ اردو نے لے لی تھی اور مستقبل اردو کا تھا، شاہ عبد القادر نے مختصر تفسیر بھی لکھی جو آج تک تمام تفاسیر کی بنیاد ہے شاہ رفیع الدین صاحب نے حکمت و فلسفہ اور تصوف اسلام پر ایسے قیمتی رسالے سپرد قلم کئے کہ جو لقامت کہتر بقیمت بہتر کی بہترین مثال ہیں" اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے مسئلہ پر دمغ الباطل جیسی کتاب مرتب فرمائی جو پاکستان کے ایک نامور دینی ادارہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم مولانا عبد الحمید نے ایڈٹ کر کے چھاپ دی ہے، یاد رہے کہ مولانا صوفی عبد الحمید فکر ولی اللہی کے بہت دلدادہ ہیں"

انہی شب و روز میں یہ قافلہ آگے بڑھا پھر یہ دولت اور سند علم دیوبند کی طرف منتقل ہوئی۔ انگریز نے فتنہ عروج کے عروج پر دہلی کے علمی مراکز کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ۱۸۵۷ء کے معرکہ خونیں نے مسلمان قوم کی چولیں ہلا دیں، تو وہ اکابر و اسلاف جو اس جنگ میں قائدانہ طور پر شریک تھے اور سب کا سلسلہ اسناد حکیم دہلوی تک پہنچتا تھا انہوں نے دیوبند کے ایک دور افتادہ قصبہ کو ایک ایسے مکتب کی خاطر منتخب کیا، جسکی پشت پر حضرت الامام مجدد الف ثانی اور حضرت الامیر السید احمد شہید بریلوی رحمہما اللہ تعالی کے وہ معارف موجود تھے جنکا تعلق اس سرزمین میں علم کی بو سے تھا اور اس مدرسہ کے حقیقی مقاصد وہی تھے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے پیش نظر تھے

دار العلوم دیوبند کے متعلق تازہ مرتبہ کتاب تاریخ دار العلوم دیوبند کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۴۱ پر مادر علمی کے پہلے فرزند اور بانی دار العلوم کے سفر و حضر کے تلمیذ و فیض یافتہ حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ کا وہ ارشاد موجود ہے جسمیں واضح کیا گیا ہے کہ حضرت الاستاذ نانوتوی نے مدرسہ جو بنایا تو ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کے لئے!

اور آپ کو معلوم ہے کہ ۱۸۵۷ء نے صرف مسلمانوں کی ظاہری سطوت و شوکت کو ہی زیر زمین دفن نہیں کیا تھا بلکہ ان کے علم و فکر کے سوتے بھی خشک کر دیئے تھے، مشہور انگریز لارڈ میکالے کا نظریہ تعلیم رہی سہی کسر پوری کرنے کے لئے پوری قوت سے کارفرما تھا کہ امام ولی اللہ کے فرزندوں نے جنگی ناکامی کے بعد تعلیمی و فکری محاذ سنبھالا!! مہتمم دار العلوم دیوبند کی

مرتبہ تاریخ دارالعلوم کے مطابق یہ اعلان فرمایا کہ۔

،، ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ ونسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل ودماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں،، (ص ۱۹)،

یہ اعلان لارڈ میکالے کی فکر کا واضح جواب تھا اور گویا انگریزی شہ دماغوں کو چیلنج تھا کہ تمہاری سوچ یہاں پنپ نہیں سکتی حضرت نانوتوی اور ان کے رفقاء نے مسلمان قوم کی نسلوں کو اغیار کی فکری یلغار سے بچانے اور ان کی متاع ایمان کی حفاظت کیلئے طرح جو ایمان افروز جدوجہد فرمائی اس کی جھلکیاں ان مناظروں کی مطبوعہ رودادوں سے معلوم ہو سکتی ہیں جو عیسائی مشنریوں سے کئے گئے، اس زمانہ میں عیسائی مشنریوں نے جو اودھم مچا رکھا تھا اسکی شدت کا اندازہ آج کی نسل کو نہیں ہو سکیگا، ظالمانہ انداز سے ملت اسلامیہ پر مسلط ہونے والے فرنگی کی پوری قوت عیسائی مشنریوں کے ساتھ تھی، لیکن دین اسلام کے ان مخلص خادموں کا خلوص اور اعتماد علی اللہ بڑے بڑے پادریوں پر غالب آگیا، اس کے ساتھ ہی سوامی دیانند جیسے لوگ جو ملک میں کچھ اور ہی خواب دیکھ رہے تھے ان کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے، اور سبائیت جیسے قدیم فتنوں پر جدید انداز سے نقد وجرح کی گئی ہدیۃ الشیعہ اور ہدایۃ الشیعۃ جیسی کتابیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں،

اور جب ارض وطن میں فرنگی استبداد کے لئے شرعی سند مہیا کرنے کے لئے فتنہ سامنے آیا جس نے ختم نبوت اور جہاد اسلامی کے خلاف منظم سازش کی تھی تو اس کے خلاف انہی اکابرین ملت نے آواز بلند کی حتی کہ اس فتنہ کی جوانی کے دور میں دیوبند کے ایک فرزند امام العصر محدث کاشمیری قدس سرہ نے ہر اعتبار سے مقابلہ کر کے نام نہاد علمی دیوار ڈھا دی، آگے چل کر الحاد وبے دینی نیز سبائیت کو نئے رنگ وروغن کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کرنے کی جو بھی تدبیریں ہوئیں ان کے خلاف امام ولی اللہ دہلوی کے فرزندوں کی کاوش تاریخ کا ایک حصہ ہے،،

اس اعتبار سے میرا دعویٰ ہے کہ امام ولی اللہ کی طرح ان کے فرزندوں نے ہر دور میں فکر وفلسفہ کی دنیا میں بھرپور علمی خدمات سرانجام دیں جبکہ عملی جدوجہد ایک الگ داستان ہے، اس پر مسرت موقعہ پر شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے یہ پریشان سطور پیش کی گئی ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور اپنے اسلاف کے علمی ورثہ کی حفاظت کی توفیق بخشے،

نیشنل سنٹر لاہور میں

دو رُوح پرور تقریبات

وقائع نگار کے قلم سے

۶ اور ۱۱ مئی کو نیشنل سنٹر الفلاح بلڈنگ لاہور میں دو تقریبیں منعقد ہوئیں۔ اس سنٹر میں اکثر وبیشتر تقریبات ہوتی رہتی ہیں کہ یہ بنا ہی تقریبات کی غرض سے ہے لیکن بعض تقریبات کو خصوصی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے ـــــ اور یہ تقریبات اسی نوعیت کی تھیں،

۶ مئی کی تقریب حضرت امیرالمؤمنین سید احمد شہید قدس سرہ اور ان کے عزیز رفقاء کی یاد میں منعقد ہوئی کہ اسی تاریخ کو اہل جنوں کا یہ قافلہ اپنوں اور بیگانوں کی اجتماعی سازشوں کا شکار ہو کر وادی بالاکوٹ میں خاک اور خون میں غلطاں ہو گیا ـــــ لیکن ایثار وقربانی کی یہ ادا مالک الملک کو ایسی پسند آئی کہ شہداء عزیز کی روحیں برابر اہل وطن کو پکارتی رہیں اور وہ برابر انگریز سامراج سے ٹکراتے رہے تاآنکہ انگریز سامراج دم توڑ کر رہ گیا۔

اس تقریب سعید کے صدر جناب جسٹس گل محمد تھے جنہوں نے صدارتی خطبہ کے طور پر ایک خوبصورت اور پر مغز مقالہ پڑھا جسکو حاضرین نے خوب خوب پسند کیا، جسٹس صاحب جو عدالت

(بقیہ ص ۲۰ پر)

بادۂ شیراز در جامِ اردو

گفتم اے سلطانِ خوباں! رحم کن بر ایں غریب
گفت در دنبالِ دل رہ گم کند مسکیں غریب
گفتمش بگذر زمانی، گفت معذورم بدار
خانہ پرورے چہ تاب آرد غمِ چندیں غریب
خفتہ بر سنجابِ شاہی، نازنینی را چہ غم
گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
ای کہ در زنجیرِ زلفت جان چندیں آشناست
خوش فتاد آں خالِ مشکیں بر رخِ رنگیں غریب
می نماید عکسِ مے در رنگِ روئے مہوشت
ہمچو برگِ ارغواں بر صفحۂ نسریں غریب
باز گفتم ماہِ من آں عارضِ گلگوں مپوش
ورنہ خواہی ساخت مارا خستہ و مسکیں غریب
بس غریب افتادہ است آں مورِ خط گردِ رخت
گرچہ نبود در نگارستاں خطِ مشکیں غریب
گفتم ای شامِ غریباں طرۂ شبرنگِ تو
در سحرگاہاں حذر کن چوں بنالد ایں غریب
گفت حافظ! آشنایاں در مقامِ حیرت اند
دور نبود گر نشیند خستہ و غمگیں غریب

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

کہا میں نے کہ اے سلطانِ خوباں! غریبوں پر بھی شفقت کی نظر کر
وہ بولا۔ تو تو ہے گم کردہ راہی، مرے کوچے سے تو عزمِ سفر کر
کہا میں نے کبھی تشریف لائیں، غریبوں بے کسوں کے شہر میں بھی
وہ بولا مجھ کو فرصت ہی کہاں ہے؟ کبھی تو بات کوئی سوچ کر کر
یہ سچ ہے اطلس و کمخواب شاہی، میسر ہے جسے وہ نازنیں ہے
کہے یہ بات کون اس نازنیں سے کہ تو کانٹوں کے بستر پر بسر کر
اسیرِ زلف اس دنیا میں تیرے ہزاروں ہیں، ہمیں تسلیم ہے یہ
مگر ناز و غرور اے دوست اتنا، نہ اپنی زلف و مشکیں خال پر کر
ہے پڑتا چاند سے مکھڑے پہ تیرے شرابِ ناب کا جب عکسِ رنگیں
تو اس عالم میں سیرِ باغ کو جا، رخِ نسرین و لالہ پر نظر کر
کہا میں نے کہ میرے چاند آجا، گھٹاؤں کو ذرا رخ سے ہٹا دے
غریب و خستہ و مسکین ہوں میں، مرے بھی حال پہ للہ نظر کر
سیہ خط تیرے رخ پر یوں ہے سجتا، کہ جیسے چاند کے ہو گرد ہالہ
مگر تصویر خانے میں یہی خط، نہیں ہے خوشنما، کیا تجھ سے ڈر کر؟
کہا میں نے تری زلفِ سیہ تو، بنی ہے آج کل شامِ غریباں
غریبوں کی ذرا فریاد سے ڈر، تو اس شامِ غریباں کی سحر کر
کہا حافظ سے جب اس نے کہ حافظ! ہیں جتنے آشنا حیرت میں گم ہیں
غریب و خستہ و غمگین حافظ، چلا آیا ہے اس کوچے سے ڈر کر

تلمیذِ خواجۂ شیراز، حکیم آزاد شیرازی

	مصرع اول	مصرع ثانی
١	غاضت احادیثُ التہامیِّ النّبی	الابطحیِّ الیثربیِ العربی
	نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث	زمین میں ڈوب گئیں
٢	وعلومُ قرآنٍ و انوارُ العُلیٰ	والعقلُ والنّقلُ وضوءُ الکتب
	اسی طرح قرآن کے علوم ، بلندی کی روشنیاں	درایت و روایت اور کتابوں کا نور بھی
٣	روضُ المعالِی بعدَ ریِّ صوّحت	ومکارِمُ الخُلقِ و دوحُ الادَب
	بلندیوں کے گلشن شاداب ہوجانے کے بعد تباہ ہوگئے	اسی طرح مکارم اخلاق اور ادب کے باغ اُجڑ گئے
۴	یا عینُ جُودِی بِالدّماءِ مُسلسلاً	وابکِی حُسینَ احمدَ کریمِ النسَب
	اے آنکھ ! مسلسل خون کے آنسو بہا	اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کریم النسب پر رویئے
۵	یا عینِی ابکِی السیّدَ الهندیَّ مَنْ	یبکیہِ جُلُّ العُجمِ کلُ العَرب
	اے میری آنکھ ! اس ہندی سیّد پر گریہ کیجئے	جن کی موت پر اکثر عجم اور سارا عرب گریہ کناں ہیں
٦	یاحسرتا یاحَسرتا یاحسرتا	قد شاکَ قلبِی شوکُ داءِ الثّعلب
	افسوس ، صد افسوس ، ہائے افسوس	میرے دل میں لا علاج مرض کا کانٹا چبھ گیا
٧	الجہلُ اضحی مثلَ سیلٍ مقبلٍ	والارضُ طرّاً ادمست بالنُّوب
	ان کی موت کے بعد جہل کا طوفان اُمڈ آیا	اور زمین مصائب کی وجہ سے تاریک ہوگئی
٨	قد کُوِّرت شمسُ السّما وانکدرت	فِیہا نُجومُ بعدَ ھذا الشَّجب
	آسمان میں آفتاب بے نور ہوا	اور ستارے تاریک ہوئے اس موت کی وجہ سے
٩	ابکی حمامُ الایکِ اِذ ناحت علیٰ	فقدِ ابنِ ھمّامٍ فقیہِ المذھب
	گلشن دین کے کبوتروں نے سب دُنیا کو رُلایا جبکہ انھوں نے حضرت مدنیؒ فقہ میں مثل ابن ہمام کے انتقال پر نوحہ کیا	

...ن حمل المدنی رحمۃ اللہ علیہ ودموع الحسرۃ علی فراقہ

۱۱

مُتَکلِمٌ و مُفسِّرٌ و مُحدِّثٌ ۔۔۔ واھًا لہٗ ۔ فی الحِفظِ ضاھی الذھبی

وہ بڑا متکلم، مفسّر اور محدّث تھا ۔۔۔ حیرت ہے کہ وہ قوتِ حافظہ میں امام ذھبیؒ کا مماثل تھا

۱۲

مَن ماثَلَ ابنَ حجرٍ فی ضَبطِہٖ ۔۔۔ وَسَاجَلَ العَینیَّ و ابنَ العربی

ضبط حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ۔۔۔ حافظ بدر الدین عینی اور محدث ابن عربی کے برابر تھا

۱۳

قد شَابَہَ الرُّومیَّ والشِّبلیَّ فِی التَّقویٰ وحاکَی الزُّھدَ لابنِ العربی

تقویٰ میں مولانا رومؒ اور شبلیؒ کے مشابہ ۔۔۔ اور زہد میں صوفی محی الدین ابن عربی کے مساوی

۱۴

مَن لِلحدیثِ بَعدہٗ یَروِیہِ فِیْ ۔۔۔ ھِندٍ و باکستانَ اوفی حلَبَ

اب کون ہے جو روایتِ حدیث کا اہتمام کرے ۔۔۔ ہند و پاک اور حلب (ملک شام) میں

۱۴

اَم لِلغَوادِی الماطِراتِ عَلی الوریٰ ۔۔۔ یُحیی بِھِنَّ کلَّ قلبٍ مُجدِبٍ

اب کون ہے لوگوں پر برسنے والے علمی بادلوں کے لیے ۔۔۔ کہ اُن کے ذریعہ قحط زدہ قلوب کو سیراب کرتا رہے

۱۵

ام مَنْ لِدارِ العلمِ فی دِوْ بندِنا ۔۔۔ یَھدِیْ بِھا بعدَ اُفُولِ الکَوکَبِ

اب کون ہے۔ جو دار العلوم دیوبند میں ۔۔۔ لوگوں کی رہنمائی کرے ستارۂ علم ڈوب جانے کے بعد

۱۶

ام مَنْ لِاَھلِ العِلمِ یھدِیْ رَکبَھم ۔۔۔ اذ بَعدَہٗ انفرطَ اجتماعُ الصَّحبِ

اب کون ہے جو علماءِ دین کے قافلے کا ہادی بنے ۔۔۔ کیونکہ مدنیؒ کے انتقال سے اجتماعِ رفقاء کا رشتہ ٹوٹ گیا

۱۷

ظلُّوا حیاریٰ فِی الصَّحاریٰ طالبِینَ قائدًا ھیھاتَ عودُ الغُیَّبِ

اب یہ رفقائے قافلہ جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے قائد کی جستجو میں ہیں لیکن بے فائدہ، کیونکہ مرجانے والے واپس نہیں آتے

۱۸

اَمْ مَنْ لِاَھلِ الھندِ یُلقِیْ عنھم استِعمارَ افرنجٍ اَتَوا للنُّھَبِ

اب کون ہے جو اہالیانِ برّصغیر سے فرنگی استعمار کی مدافعت کرے۔ یہ انگریز لوٹنے کے لیے آئے تھے

اَمْ مَنْ لِسِجْنِ اَنْکَلْتَرَا یختارہ ۔۔۔ دھرًا لِدَمغِ الْبَاطِلِ المستکلب

ہائے اب کون ہے کہ مدت دراز تک انگریزوں کی قید و بند پسند کرے۔ باطل درندوں کی قلع قمع کے لیے

۲۰ اَوْ ذی العُلیٰ والعلمُ والتقویٰ کَذا ۔۔۔ لِکَ الْوَرَعُ وَالْعِزّ بِاَیْدِی الکُرَب

عظمتِ دین، علم، تقویٰ، پارسائی اور عزّتِ اسلام وغیرہ یہ سب مصائب کے ہاتھوں فنا ہوئے

ھیھاتَ لا یاْتِیْ دُھورًا مِثْلُہ ۔۔۔ لَنْ یاْتِیَنْ فِی الارضِ عنْقَا مُغرب

آہ. مدت تک مدنیؒ کی نظیر دُنیا میں نہ آسکے گی. کیا عنقاء مغرب دُنیا میں آسکتے ہیں ؟

۲۲ کالعَیْنِ بل کالبَحْرِ بل کالغَیْثِ فی ۔۔۔ جُودٍ وعِلْمٍ بلْ کَمُزْنٍ صَیِّب

آپ سخا و علم کا چشمہ بلکہ سمندر تھے بلکہ بارشں ۔۔۔ بلکہ برستا ہُوا بادل تھے.

۲۳ کالنّجم بل کالبَدْرِ بل کالشّمس ما ۔۔۔ قد غابَ لکنْ ضَوْؤُہ لم یَغِب

آپ علم کا تارا تھے بلکہ بدر بلکہ وہ آفتاب کہ ۔۔۔ خود تو ڈُوب جائے لیکن اس کی روشنی باقی رہے

۲۴ یا راکبَ الوَجناءِ. بُلِّغتَ المُنیٰ ۔۔۔ عُجْ بِالقُبورِ وَسَلِّمَنْ مِنْ کَثَب

اے ناقہ سوار۔ خدا آپ کو مقصد تک پہنچائے ۔۔۔ بلکہ دورانِ سفر قبروں کے پاس جاکر قریب سے سلام کہہ دیجیے

۲۵ فاقرأ سَلامِیْ فِی بُکَاءٍ وادعُ اَنْ ۔۔۔ تُسْقیٰ بِوَسْمِیِّ الرَّبِیعِ المُخْصِب

پھر روتے ہوئے میرا اسلام پہنچا کر یہ دُعا کیجیے کہ ۔۔۔ یہ قبریں بہار کی پہلی بارانِ رحمت سے ہمیشہ سیراب ہوتی رہیں

۲۶ قبرُ حسینَ احمدٍ وقبرُ التّھانوی ۔۔۔ اشرفَ علیؒ طابا بِعَرْفٍ طَیِّب

حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامتؒ کی قبریں جنّتی خوشبو سے معطر ہیں.

۲۷ رَوْضانِ فی الفِرْدَوْسِ تجرِی فیھما الاَ ۔۔۔ نْھارُ مِنْ اَنوارِ رَبّی المُجْتَبیٰ

دونوں قبریں جنّت فردوس کے باغیچے ہیں جن میں انوارِ رحمتِ خدا کی نہریں جاری ہیں.

۲۸ اَبْشِرْ بتَسْنِیمٍ و رَیحانٍ و رَوْ ۔۔۔ حٍ. سَلْسَبِیلٍ. کوثرٍ مُسْتَعْذَب

مبارک ہو. تمھیں رُوح و ریحان اور جنّتی نہریں، تسنیم، سلسبیل اور حوض کوثر کا میٹھا پانی

اِجْعَلْ ضَرِیحَ الشّیخِ. رَبِّیْ. رَوْضَۃً ۔۔۔ وامْنَحْہُ فِرْدَوْسًا وقَصْرَ الذَّھَب

اے اللہ۔ ہمارے شیخ کی قبر کو جنّتی روضہ بنا کر ۔۔۔ انھیں آخرت میں جنّت فردوس اور سونے کا محل عطا فرما

حضرت امروٹیؒ کے حضور میں

نذرانہ عقیدت

عبدالرحمن جنیدی

رئیس المواحدین حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹیؒ کی وفات پر سندھ کے علماء کرام کے علاوہ شعرائے عظام نے بھی آپ کی جدائی کے غم میں عربی، فارسی، اور سندھی میں مرثیے اور قطعات تاریخ وفات لکھے، یہ اشعار سندھ کے مختلف اخبارات اور جرائد میں شائع ہوتے رہے، یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا، سندھ کے کسی مورخ یا اہل قلم کو یہ اشعار اکٹھے کر لینے چاہئیں تھے لیکن افسوس! کہ اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور یہ انمول اور گرانمایہ سرمایہ ضائع ہو گیا، اب ہم اس عظیم سانحہ پر دست تاسف ملنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟

اس مقصد کی خاطر میں نے سندھ کے قدیم کتب خانوں کی خاکروبی کی لیکن مجھے چند شکستہ موتیوں کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں لگا، اسی کو غنیمت سمجھ کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں،،

(۱) عربی مرثیہ کا مطلع

سندھ کے مشہور عالم دین، ادیب اور شاعر مرحوم مولوی علی محمد صاحب کا کیپوتہ ساکن متصل گڑھی یاسین (استاذ علامہ اقبال مرحوم) نے حضرت امروٹیؒ کی وفات پر ایک زبردست مرثیہ لکھا تھا جسے علمی اور ادبی حلقوں میں بہت شہرت حاصل ہوئی تھی وہ مرثیہ تو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا، لیکن اسی مرثیہ کا مطلع مجھے دستیاب ہوا ہے، اور وہ یہ ہے!

بکت عینی علیٰ شیخ کبیر
جری دمعی کماءٍ من غدیر

(۲) فارسی مرثیہ،،

سینۂ بریاں چشم گریاں،
ہست چوں ابر بہار
از وفاتِ مرشدِ اکمل
برآں جانم نثار
قطبِ دوران و غوثِ عالم
بُود از آلِ رسُول
اشجع و متوکل و اجود و بسے پرہیزگار
پیشوائے عالمان و عارفان و عابداں
بر سراو تاجِ محمود از عطائے کردگار
رہبرِ راہِ ہُدیٰ و ہادیِ خلقِ خُدا
گمرہاں را رہنما آں صاحب عالی وقار
بود از امروٹ ہر سو چشمۂ فیضش رواں
زاں شدے سیراب بردم خلق عالم بیشمار
بُود مقصداو تبلیغ و اشاعت در جہاں
کوشش احیائے سُنّت شغل او لیل و نہار
روز و شب در مجلسِ آں حضرت والا تبار
وعظ قرآن و حدیث و ذکر اسلافِ کبار
نور پیشانیِ او درخشندہ بود ہم چوں ماہتاب
زاں شدے تاریکیِ عصیاں زدلہا بر کنار
گرچہ والشتہ‌ئے را دشمن خود کافراں
آمد ند از دستِ او در دینِ احمد بے شُمار
خلق را با خُلق کردے عاشق و شید ائے خود
بر مریداں مہرباں ہمچوں پدر بس غم گُسار
خندہ پیشانی بہ ہرکس ہمچوں گُلِ خنداں مدام
لیک بُودہ از غمِ اسلام دائم دل فگار
چوں مُجاہد با جماعت خیمہ زد بہرِ جہاد،
ظالماں پسپا شدند از خانۂ پروردگار

(نا تمام)

مولوی عبدالرزاق صاحب مرحوم پیرزادہ

شجرہ عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین رسول رب العالمین، انیس الغریبین، شفیع المذنبین سیدنا و مولانا و ماوانا و ملجانا و آقانا محمد بن عبداللہ العربی الہاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم، و بحرمت ساداتنا و شیوخنا تمام کارہائے دینی و دنیوی و اخروی بآسانی درگذران و از ہمہ خطرات در حفظ خود دار

ومعرفت ومحبت خود و طہارت قلبی از ماسوا عطا فرما، آمین یارب العالمین،

۰۲ الٰہی بحرمت حضرت امیر المؤمنین امام المتقین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

۳، الٰہی بحرمت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۴، ″ ″ خواجہ حبیب عجمی ″

۵، ″ ″ داوود طائی ″

۶، ″ ″ معروف کرخی ″

۷، ″ ″ سری سقطی ″

۸، ″ ″ جنید بغدادی ″

۹، ″ ″ شیخ ابوبکر شبلی ″

۱۰، ″ ″ سید عبد العزیز ″

۱۱، ″ ″ سید عبد الواحد تمیمی ″

۱۲، ″ ″ سید ابی الفضل ″

۱۳، ″ ″ سید ابی الفرح محمد بن عبد اللہ طرطوسی

۱۴، ″ ″ سید علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۵، ″ ″ سید ابی سعید مبارک مخزومی

۱۶، ″ ″ سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی

۱۷، ″ ″ شیخ عبد الوہاب ″

۱۸، ″ ″ صوفی صفی الدین ″

۱۹، ″ ″ سید احمد ″

۲۰، ″ ″ سید محمد مسعود ″

۲۱، ″ ″ سید علی ″

۲۲، ″ ″ سید شاہ میر ″

۲۳، ″ ″ سید شمس الدین محمد شاہ اول ″

۲۴، ″ ″ سید محمد غوث ″

۲۵، ″ ″ سید عبد القادر ثانی ″

۲۶، ″ ″ سید عبد الرزاق ″

۲۷، ″ ″ سید عبد القادر ثالث ″

۲۸، ″ ″ سید شمس الدین محمد شاہ ثانی

۲۹، ″ ″ سید عبد القادر رابع ″

۳۰، الٰہی بحرمت سید شمس الدین محمد شاہ ثالث ؒ

۳۱، ″ ″ سید حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۲، ″ ″ سید شمس الدین محمد شاہ رابع رحمۃ

۳۳، ″ ″ سید صالح شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۴، ″ ″ سید عبد القادر خامس ″

۳۵، ″ ″ سید محمد بقا شہید ″ ″

۳۶، ″ ″ سید محمد اشد روضہ والے ″ ″

۳۷، ″ ″ سید حسن شاہ سوئی والے ″ ″

۳۸، ″ ″ قطب الوقت حافظ محمد صدیق ″

۳۹، ″ ″ شیخ المشائخ قطب الاقطاب مولانا و سیدنا ابو الحسن شاہ تاج محمود امروٹی قدس اللہ سرہ العزیز

،اضافہ از ایڈیٹر،

۴۰، الٰہی بحرمت امام الاولیا مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز

۴۱، الٰہی بحرمت مخدوم العلماء مولانا عبید اللہ انور متع اللہ المسلمین ببقائہم برحمتک یا ارحم الراحمین

بقیہ: نیشنل سنٹر

کے ماتھے کا جھومر ہیں ان کی یہ خوبصورت تحریر واقعی معرکہ کی تھی جس کی خوشبو برابر مہک رہی ہے، موصوف کے علاوہ لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ مدنیہ کے مہتمم مولانا السید حامد میاں کا مقالہ تھا جو جامعہ کے مدرس مولانا عبد الرشید صاحب نے پڑھا سید صاحب جو سلطان القلم مولانا سید محمد میاں رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے نابغہ اور عبقری کے صاحبزادے ہیں، نے اپنے مقالہ میں تحریک مجاہدین کے مختلف گوشوں پر خوب خوب روشنی ڈالی اور حاضرین سے داد پائی

دوسرے مقالہ نگار صاحب قلم و معرفت حضرت السید نفیس شاہ صاحب تھے جن کی خطاطی اور معرفت اور مضمون و مقالہ نویسی تو مسلّم ہے لیکن سٹیج پر مقالہ سننے کا پہلا موقع تھا عقیدت و محبت اور دلائل و براہین سے مرصع و مزین یہ مقالہ شاہ صاحب نے پڑھا تو ہال میں وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی، اورینٹل کالج کے پروفیسر محترم ظہیر صاحب نے زبانی تقریر کی، انہوں نے مدلل طریقے سے ثابت کیا کہ حضرت سید صاحب اور ان کے رفقاء شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی مرحوم سے متاثر نہ تھے بلکہ دنیائے عرب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے پھیلے ہوئے خلفاء اور ان کے خلفاء کے خلفاء کی تحریک دعوت نے شیخ نجدی مرحوم کو متاثر کیا، انہوں نے توجہ دلائی کہ اہل باطن نے وقت آنے پر تحریک تصوف کا رخ جہاد کی طرف پھیر دیا جس کی ایک کڑی سید صاحب کا جہاد تھا۔ — چوتھے مقالہ نگار مدیر خدام الدین مولانا محمد سعید الرحمن علوی تھے انہوں نے "آزادی کا مجاہد اول" کے عنوان سے مقالہ پڑھا جس میں تحریک کا پس منظر، ضروری حالات، اعتراضات کے جوابات سبھی کچھ شامل تھا اور ۱۸۵۷ء تک مختلف تحاریک پر سید صاحب کی تحریک کا جو اثر ہے اس پر گفتگو کی، اہل نظر نے غالباً اس مقالہ کو سب سے زیادہ سراہا اور خوب خوب داد دی، محترم جانباز مرزا نے تازہ نظم پڑھی اور قاری محمد قاسم صاحب نے مجاہدین کی تعریف و توصیف میں آیات قرآنی کی تلاوت کی، نیشنل سنٹر کی ڈائریکٹر بیگم کشور ناہید صاحبہ

نے اس تقریب کو چند حاصل زندگی تقاریب میں سے ایک قرار دیا،

یہ تمام مقالات انشاء اللہ تعالیٰ خدام الدین میں شائع ہونگے اور مدیر خدام الدین کا مقالہ محترم سید نفیس شاہ صاحب کے تقاضہ پر الگ پمفلٹ کی شکل میں بھی چھپ جائیگا،

دوسری تقریب ۱۱ مئی کو ۱۸۵۷ء کے مجاہدین وشہدا کی یاد میں منعقد ہوئی، وہ بلا نوشان محبت جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر انگریز سے ٹکرانے کی رسم وفا کار استہ اہل جنوں کو دکھلایا، ان کی مقدس ارواح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اس تقریب کے صدر شعبہ صحافت پنجاب یونیورسٹی لاہور کے سابق سربراہ پروفیسر عبد السلام خورشید تھے، جن کا مقالہ مختصر مگر بہت جامع تھا، انہوں نے علماء کے کردار کو خوب خوب سراہا، پروفیسر سالک صاحب نے واقعات کی کڑیاں اہل نظر کے سامنے رکھیں، مولانا سعید احمد رائے پوری نے تاریخی حوالوں سے مزین اپنی یادداشتیں پیش کیں، جناب سید نفیس شاہ صاحب نے جہاد شاملی کے حوالہ سے پر مغز اور مدلل گفتگو کی جبکہ مولانا عبد الروف صاحب فاروقی جنرل سیکرٹری کاروانِ اہلسنت نے معرکہ ۵۷ میں علماء کے قائدانہ کردار پر اپنے سیر حاصل مقالہ میں روشنی ڈالی، ہر دو تقاریب میں سٹیج سیکرٹری بیگم کشور ناہید صاحبہ ڈائریکٹر نیشنل سنٹر تھیں، جنہوں نے پروگرام کو بڑی خوبی سے نبھایا، ہر دو تقاریب دیکھنے اور سننے کے بعد میرا وجدان یہ تھا کہ اگر ملکی سطح پر اس طرح کی تقاریب منعقد ہوں اور ہم اپنے اسلاف کے تذکروں سے نوجوان نسل کو روشناس کرائیں تو ان میں اسلاف کے جذبات حریت پیدا ہو کر دور حاضر کی بے راہ روی کا قلع قمع کر سکتے ہیں، سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اس قسم کی تقاریب وقت کا تقاضا ہے جس کی طرف امید ہے کہ توجہ کیجائیگی،،

بہتر کون ہے؟

بیشک جو لوگ ہماری آیاتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے! کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائیگا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئیگا، جو چاہو تم کرو، جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے ——— (سورۃ حٰم سجدہ آیت نمبر ۴۰) ———

آزادی کا مجاہدِ اوّل

۶ مئی ۱۹۸۰ء کو شام ۵ بجے پاکستان نیشنل سنٹر لاہور شاخ کی طرف سے حضرت سید احمد شہید قدس سرہٗ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہوئی، جس کے صدر جسٹس گل محمد تھے، اس میں ایڈیٹر خدام الدین نے بھی مقالہ پڑھا، وہ مقالہ قارئین کی نذر ہے — ادارہ

حضرت سید احمد بریلویؒ کی تحریک ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے زمانی تقدم رکھتی ہے اور ملی اعتبار سے نہایت اہم ہے، کہ مدت دراز کے بعد مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا آوازہ بلند ہوا، شرعی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی ...... سید صاحب کی مزید عظمت یہ ہے کہ محض شاہی اقتدار بلکہ معمولی دولت و ثروت بھی ان کو شہ دینے میں شامل نہیں تھی محض دین کے جوش سے اٹھے توکل بخدا لڑے اور اسی راہ میں جان سے گذر گئے

(تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت صفحہ ۲۸۰ از سید ہاشمی فرید آبادی)

دور حاضر کے ایک ہندی مؤرخ نے اپنی کتاب تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی دوسری جلد کے آٹھویں باب میں حضرت سید صاحب کی تحریک کے متعلق خاصی کچھ تفصیلات دی ہیں، انہوں نے اس ضمن میں جہاں تاریخی واقعات قلم بند کئے ہیں اور بعض تاریخی یادداشتیں سپرد قلم کی ہیں وہاں واقعات کا تجزیہ اور ان پر تبصرہ بھی کیا ہے، درج بالا اقتباس اسی کتاب سے لیا گیا ہے جو گو مختصر ہے لیکن اس بات کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ ہی ایک ایسے بزرگ ہیں جنہیں آزادی کا مجاہد اول کہا جا سکتا ہے

برصغیر کا وسیع و عریض علاقہ اپنی سرسبزی و شادابی اور ہر قسم کے وسائل رزق کی فراوانی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا اور ہے مادی اعتبار سے جہاں یہ حالت ہے وہاں علم و ادب، معرفت و حق شناسی اور جہاد و قربانی میں بھی یہ خطہ کسی سے پیچھے نہیں، مستند تاریخی شہادتوں کی وجہ سے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہی یہاں اسلام کی کرنوں نے اپنا عکس ڈالنا شروع کر دیا تھا اور بنو امیہ کے لازوال دور حکومت تک تو یہاں کا بڑا حصہ اسلامی عظمت کا امین وگہوارہ بن چکا تھا، وقت کی رفتار اپنی پوری تیزی کے ساتھ جاری رہی اس عرصہ میں سلاطین اسلام، صلحائے امت اور اکابرین ملت کے کتنے قافلے یہاں آئے جنہوں نے اس دھرتی کو مستقل وطن بنا لیا، سلاطین اسلام نے اپنے انداز سے اور صلحائے امت نے اپنے انداز سے اسلام کے پیغام حق و صداقت کی روشنی پھیلانے کی سعی کی اور الحمد للہ کہ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ مسلمان اپنی افرادی طاقت کی کمی کے باوجود عقیدہ و عمل اور اخلاق و کردار کی بلندی کے سبب یہاں کے ماحول پر چھائے رہے اور سیاہ و سفید کے مالک رہے سیاہ و سفید کا مالک ہونے کے باوجود دوسری اقوام کے افراد سے ان کا برتاؤ ایسا تھا کہ کبھی کسی کو شکایت نہیں ہوئی،

لیکن جب عروج و ترقی کا ستارہ گردش میں آیا تو سات سمندر پار سے ایک ایسی قوم یہاں آبسی جس کی ابتداء اور انتہاء میں بعد المشرقین تھا، یورپین اقوام کے بعض افراد کی یہاں ابتدائی آمد کا سراغ اکبر اعظم کے دور میں ملتا ہے لیکن اس آمد کا مقصد صرف اتنا تھا کہ جشن نوروز کی تقریبات میں جہاں دوسری اقوام کے موسیقار شریک ہوتے وہاں یہ بھی شریک ہوئے اور اپنے کرتب دکھا کر واپس چلے گئے

قدیم تذکروں کے علاوہ حضرت الامام السید مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات میں اس قسم کے اشارے موجود ہیں جن سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے لیکن اندازہ یہ ہوتا ہے کہ عیار قوم کے افراد اس حیثیت میں بھی یہاں آکر کچھ سیکھ کر گئے اور یہی بات ان کی آئندہ آمد کا باعث بنی لیکن محض تجارت کی

غرض سے، اسلام کا نقطۂ نظر دوسرے معاملات کی طرح تجارت کے معاملہ میں بھی بہت فراخدلانہ ہے، اور مغل بادشاہوں نے اسی فراخدلی اور رواداری کے سبب انگریز کو یہاں تجارت کی اجازت دے دی، تجارت کی غرض سے آنے والے جنہیں حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ "بیگانگان بعید الوطن اور" متاع فروش" فرماتے ہیں، آئندہ چل کر حکومت کے مالک بن گئے اور یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ بقول مولانا سندھی رح "ویسٹ انڈیا کمپنی" ہمیشہ تجارت کے لباس میں مستور رہی واقعہ بالاکوٹ کے ٹھیک دو سال بعد ۱۸۳۳ میں اس نے وہ لباس اتار پھینکا اور حکومت و اقتدار کا لباس زیب تن کر لیا — گویا یہ نوشان محبت کی جد وسعی کا جو عمل رکاوٹ بنا ہوا تھا وہ وقتی طور پر ختم ہوا تو یار لوگ اصل روپ میں سامنے آ گئے، بہر حال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعد جس بزرگ نے وطن کے افق پر منڈلانے والے خطرات کو شدت سے محسوس کیا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تھے،

ہندوستان کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے آپ کی تصریحات کے مطابق مقصد یہ تھا کہ مرکز اسلام میں بیٹھ کر ایک تو اس دور کی سب سے بڑی حکومت خلافت عثمانیہ کے اندرونی حالات کا جائزہ لیا جا سکے (حرمین شریفین بھی ترکی حکومت کا ایک حصہ تھا) اور دوسرے آپ یورپ کا جائزہ لینا چاہتے تھے، اور اس کی شکل یہ تھی کہ ترکی حکومت کے یورپین مقبوضات سے آنے والے زائرین و حجاج سے ملنا اور حالات معلوم کرنا — پورے دو سال وہاں قیام رہا ایک مکتوب گرامی جو اکثر تذکرہ نویسوں نے نقل کیا، اسمیں آپ فرماتے ہیں کہ خلافت عثمانیہ کے اندرونی حالات کا جائزہ لیا اس کے یورپین مقبوضات کی کیفیت پوری طرح معلوم کی، رہ گیا ہندوستان تو وہ اپنی جنم بھومی ہے اس کے حالات سے مجھ سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے اس تمام تر جائزہ کا نتیجہ سخت مایوس کن تھا لیکن آپ ہمہ گیر و مکمل انقلاب کا داعیہ لیکر واپس ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ دہلی کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح کے بقول دہلی ایک ایسا شہر تھا جس سے اطراف و اکناف ملک سے رابطہ بہت سہل اور آسان تھا، اس لئے شاہ صاحب اس شہر میں مستقلاً قیام پذیر ہوئے

مکمل انقلاب کی سوچ ایک دھماکہ تھا جس کا ابتدائی طور پر برملا اظہار نقصان کا باعث بنتا اور چاروں طرف سے مخالفین کا ہجوم ہو جاتا اس لئے اس حکیم الامت اور مدبر انسان نے ذہنی و علمی تربیت کا پروگرام بنایا۔ مدرسہ تو تھا ہی جسمیں طلباء کی تدریس ہو رہی تھی، مزید برآں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ آپ کے منشور دینی مینیفسٹو کی تفصیلات قرآن کریم کے فارسی ترجمہ و تفسیر، موطا امام مالک کی عربی و فارسی شرح، حجۃ اللہ البالغہ ازالۃ الخفاء، البدور البازغہ، تفہیمات الٰہیہ، وغیرہ کتابوں میں بکھری پڑی ہیں نشان راہ کی نشاندہی کے بعد شاہ صاحب دنیا سے رخصت ہوئے تو جماعت نے آپ کے جواں سال صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز رح کو محض صاحبزادگی نہیں بلکہ اہلیت و صلاحیت کی وجہ سے جانشین بنایا اب جو کام کی وسعت ہوئی تو بیان لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہندوستان بھر کا کوئی مدرسہ نہیں اور کوئی عالم نہیں جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس مرکز سے نہ ہو تحریک کا مرکز دہلی کو بنا کر ذیلی مراکز بنائے گئے ان ذیلی مراکز میں مدرسہ ملا معین ٹھٹھہ سندھ، نواب نجیب الدولہ کا قائم کردہ مدرسہ نجیب آباد (جو ولی اللہی افکار کی تعلیم کے لئے ہی بنایا گیا تھا) وغیرہ شامل تھے ایک اہم ترین مرکز وہ تھا جس سے حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کا تعلق تھا یعنی تکیہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی) صوبہ اودھ کے وسیع و عریض علاقہ میں یہ مرکز رشد و ہدایت اسی اہمیت کا حامل تھا جس طرح دہلی کا مدرسہ رحیمیہ، دونوں خاندانوں کے قدیم سے مراسم کا پتہ چلتا ہے اور بعض حریت پسند خاندانوں اور افراد کی اس مرکز سے وابستگی ایک زندہ حقیقت ہے، جیسے حضرت سلطان ٹیپو شہید جن کے والد بزرگوار نواب حیدر علی مرحوم حضرت سید صاحب کے نانا مرحوم کے تربیت یافتہ تھے،

مرکز کا اہتمام ہو گیا ان کے نگران طیار ہو گئے تو مزید پیش رفت ہوئی، حضرت شاہ عبدالعزیز کا وہ فتویٰ جسمیں انگریز کے مظالم اور اس کے احکامات کی عملداری کے سبب ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تھا وہ سامنے آیا سید صاحب دہلی آ چکے تھے ان کا مقصد شاہ صاحب سے استفادہ تھا لیکن شاہ صاحب اپنے ابا حضور کے مکمل انقلاب کے پروگرام کی تکمیل کے [illegible] نوجوان کو امیدوں کا

کا مرکز قرار دینے لگے، والی ٹانک وغیرہ کی فوج میں سید صاحب کا رہنا بلکہ بعض جھڑپوں میں فرنگی سے نبرد آزما ہونا وغیرہ جتنی باتیں ہیں وہ آئندہ کی جدوجہد کے لئے تربیت کی کڑیاں ہیں اور جب والی ٹانک نے انگریز سے معاہدہ کر لیا تو سید صاحب واپس مرکز پلٹ آئے، پھر آپ نے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت دلی سے جانب شمال وہ سفر شروع کیا جس نے دور دراز علاقوں بالخصوص دوآبہ کے علاقہ میں گذرے دور کی یاد پھر تازہ کر دیں شہروں کے شہر بستیوں کی بستیاں اور قبیلوں کے قبیلے ایسے ہیں کہ جن کی کایا پلٹ گئی، اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا۔ سید صاحب کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کے اخلاق و کردار کا جو حال تھا اس کا اعتراف ان کا سب سے بڑا دشمن ڈاکٹر ہنٹر اس طرح کرتا ہے کہ

"یہ لوگ مشنریوں کی طرح کام کرتے تھے، وہ بے لوث و بے نفس لوگ تھے جن کا طریق زندگی ہر شبہ سے بالاتر تھا اور روپیہ اور آدمی پہنچانے کی اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے ان کا کام محض تزکیۂ نفس اور اصلاح مذہب تھا ــــ میرے لئے ناممکن ہے کہ میں عزت و عظمت کے بغیر ان کا ذکر کروں، ان میں سے اکثر نہایت مقدس و مستعد نوجوانوں کی طرح زندگی شروع کرتے تھے ان میں سے بہت سے اخیر تک مذہب کیلئے اپنی جانفشانی اور جوش قائم رکھتے (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

سید صاحب نے اسی سفر کے دوران اس جگہ علوم نبوت کی خوشبو محسوس کی، جہاں آج دنیا کا سب سے بڑا مدرسہ دار العلوم دیوبند قائم ہے، بہر حال یہ سفر اپنی کامیابیوں کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا اور پھر اگلا طویل سفر حرمین شریفین کا ہوا بعض علماء کا فتویٰ کہ خطرات کی وجہ سے سفر حج کی گنجائش نہیں جہاں اسکی عملاً اصلاح مقصود تھی وہاں اور بھی مقاصد تھے جن کا سمجھنا مشکل نہیں وہاں سے واپسی کے بعد ایک عرصہ رائے بریلی قیام رہا اور پھر راجستھان سندھ، بلوچستان، قندھار، غزنی، کابل، ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے

یہ طویل راستہ اختیار کرنے میں ایک تو یہ مصلحت تھی کہ پنجاب سکھ گردی کا شکار تھا، خطرہ تھا کہ یہ قوم کہیں الجھ نہ پڑے اور اصل مقاصد تک پہنچنا مشکل ہو جائے، دوسرا یہ کہ یہ وہ علاقے تھے جو پہلے دو سفروں میں شامل نہ تھے اب یہاں اپنے مقصد کی تبلیغ آسان تھی چنانچہ اسکا فائدہ بھی ہوا، موجودہ سرحد کے بزرگوں نے جو نیک نفسی، شرافت و دینداری اور جذبات حریت کے آئینہ دار تھے بے پناہ تعاون کیا اسی طرح اگلی ہر منزل میں تعاون ہوا، لیکن پشاور پہنچنے کے بعد اور اس کو مرکز بنانے کے بعد جو حوادث پیش آئے وہ ایک المیہ سے کم نہیں ــــ ان حوادث میں ایک زبردست حادثہ تو وہ تھا کہ جب سید صاحب کے ان گنت رفقاء اور جماعت کے مخلص اور منجھے ہوئے ساتھی پوری پلاننگ کے ساتھ پشاور و سمہ میں شہید کر دیئے گئے، افغانیوں کے ہاتھوں یہ کام ایسا المیہ ہے کہ جسکی توجیہ مشکل ہے، ایک حادثہ خود سید صاحب کو زہر کھلانے کا ہے جس نے سید صاحب کی زندگی خطرات میں ڈالدی اور ساری جماعت پریشانی کا شکار ہو گئی اور پھر حادثات کی تکمیل ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو اس وقت ہوئی جب قدوسیوں کا یہ قافلہ بالاکوٹ میں خاک و خون میں تر کر رہ گیا، انگریز، سکھ، اور شاہ پرست مسلمان اس بے خانماں بربادی کا باعث بنے جس کے جلو میں ہزاروں کامیابیاں موجود تھیں، جب سید صاحب دورے فرما رہے تھے تو انگریز نے مزاحمت نہ کی مقصد واضح تھا کہ یہ جماعت سرحدی علاقہ کو اپنا مرکز بنانا چاہتی تھی، انگریز خوش تھا کہ مخالفین کا اتنا بڑا عنصر ہمارے مقبوضات سے دور چلا جائیگا پھر وہاں سکھوں سے ممکنہ مقابلہ جس کے لئے انگریز کی خفیہ تدبیر بھی ممکن تھی وغیرہ ایسے عوامل تھے جن کی وجہ سے ابتداء میں انگریز مزاحم نہ ہوا لیکن اب جو اس نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی شاطرانہ پالیسی اپنائی تو سکھ سید صاحب سے الجھ پڑے، اور شاہ پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان الگ چڑھ دوڑے جسکی وجہ سے پشاور و سمہ کے خونی حادثہ کے بعد بالاکوٹ کا المیہ رونما ہوا

اس مرحلہ پر سید صاحب اور ان کے رفقاء پر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے مراسم یا اسکی تحریک سے دلچسپی یا اس سے متاثر ہونا یا اس جیسے عقائد و اعمال کی وجہ سے وہابیت کے الزام کی صفائی مختصراً بہت ضروری ہے سید صاحب ۱۸۲۲ء، ۲۳ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے، اور ہنٹر صاحب معترف ہیں کہ ۱۸۱۸ء میں نجدیت کا قلعہ بالکلیہ مسمار

ہو چکا تھا، اور یہ وہ دور تھا کہ کسی نجدی
وہابی کا مکہ معظمہ میں کھلے بندوں چلنا ممکن
نہ تھا وہابی تحریک سے سید صاحب کی وابستگی
یا متاثر ہونے کی داستان کا وجود بھی ہنٹر نے گھڑا ہے
اور مندرجہ بالا خیالات بھی اسی کے ہیں،
اس کو دروغ گو را حافظہ نباشد کے سوا کوئی
عنوان نہیں دیا جا سکتا۔ پھر سید صاحب
اور آپ کے رفقاء نیز اسلاف بالخصوص
قطب العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
کے لٹریچر میں وہابی لٹریچر سے برات و بیزاری
اس الزام کو ہبا منثورا کر دیتی ہے، تاہم وہابیت
کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جس کی بنیاد پر سید صاحب
آپ کے اسلاف و اخلاف سب وہابی تھے
ہنٹر نے
ہمارے ہندوستانی مسلمان میں لکھا ہے کہ
وہابی اور غدار مترادف الفاظ ہیں — انگریز
کی غداری بہر حال ہمارے ایمان کا حصہ ہے
اس الزام کو ہم قبول کرتے ہیں، لیکن عوام میں
جس انداز سے یہ الزام دہرایا جاتا ہے اس
سے ہم بری الذمہ ہیں اور اس پر اپنے اللہ کو
گواہ بناتے ہیں،،
دوسری بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سید صاحب
کی تحریک کا رخ محض سکھوں کے خلاف تھا
انگریز سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا، اس روشنی
کے دور میں اس قسم کی بات باعث حیرت ہے
تحریک کا پورا پس منظر سامنے رکھیں شاہ ولی
اللہ کا فلسفہ فک کل نظام،، شاہ عبد العزیز کا
فتوی کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور اس
کی بنیاد انگریزی مظالم ہیں تو بات سمجھنی آسان
ہو جائیگی، سید صاحب اسی تحریک کے جنگی قائد
ورہنما تھے، والی ٹانک وغیرہ کے ساتھ رہ کر
انگریز سے ان کی نبرد آزمائی ایک تاریخی
حقیقت ہے اور پھر انہوں نے افغان امراء
گوالیار کے راجہ، امیر بخارا، والی قلات اور
دوسرے عمائدین کو جو مکاتیب لکھے وہ اتنے
واضح ہیں کہ اس قسم کا الزام دینے والوں کو
ندامت محسوس کرنی چاہئے، جہاں آپ
بیگانگاں بعید الوطن، اور متاع فروش،، کی
اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں اس سے کون
مراد ہے — یہ الگ بات ہے کہ سکھ اپنی
بلادت کی وجہ سے معاملہ کی نزاکت کو نہ سمجھ
سکے اور کلکتہ سے لیکر لاہور دربار تک پھیلی
ہوئی سازشوں کا شکار ہو کر مسلمانوں سے
الجھے تو جلد ہی اپنا بیڑہ بھی غرق کر لیا، پھر جیسا
کہ ہم نے اشارہ کیا یہ ایک تاریخی سوال ہے
کہ اس واقعہ بالاکوٹ کے صرف دو سال بعد
ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارتی لباس کیوں اتارا
پھر یہ واقعہ ہے کہ ۱۸۴۶ء میں سکھ حکومت ختم
ہوئی ۱۸۴۹ء میں پنجاب کا الحاق مکمل ہو گیا
یعنی واقعہ بالاکوٹ کے ۱۸ سال بعد، اب
سید صاحب کے اخلاف کو خوشی منانا چاہئے
تھی لیکن ایسا نہ ہوا وہ مسلسل انگریز سے نبرد
آزما رہے، ہنٹر جیسے دشمن کو دیکھیں کہ وہ دانت
پیستا ہے کہ جو آفت سید احمد (رح) شہید، سکھوں کے
کے سر پر لایا تھا وہ ناگوار ورثہ اب ہمیں ملا
کہ تین دفعہ بڑی بڑی مہنگی لڑائیاں لڑنی پڑیں
مگر پھر بھی یہ خطرہ قائم رہا ان مجاہدین کو
تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں
آج تک ہماری بے وفا رعایا اور ہمارے بیرونی
دشمنوں کی امیدوں کا مرکز ہیں، ہم نہیں
جانتے کہ ہم کس وقت ان اقوام کی جنگ وجدال
کی لپیٹ میں آجائیں جو وسط ایشیا میں دشت
وکہسار میں رہتی ہیں۔ ہندوستان نو صدی سے
شمالی حملہ آوروں کی ترک و تازیوں کا میدان
رہا ہے اگر کوئی رہنما ایشیا کی قوموں کو جہاد
کے لئے جمع کرنے میں کامیاب ہو جائے تو
سرحد کا یہ باغی مرکز ایسی اہمیت حاصل کر سکتا
ہے کہ جسکا اندازہ لگانا محال ہے،،
(بحوالہ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت
ص ۳۸۴ ج ۲)
اور بقول سید ہاشمی فرید آبادی، تیس بتیس
برس کے عرصے میں جبکہ وہ تحریک بظاہر آدھی
بھی نہ رہی تھی اس کی باقیات نے انگریزوں
کو ناک چنے چبوا دیئے، ص ۳۵۴ ج ۲
اور ہنٹر کا یہ لکھنا کہ،، سفر حج سے پہلے جو چیز
ان کے خواب و خیال میں تھی اب وہ حقیقی
روشنی میں نظر آنے لگی، انہوں نے ہر ضلع میں
اسلامی جھنڈا گاڑتے اور صلیب کو انگریز
کافروں کی لاش کے نیچے دفن ہوتے دیکھا
(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۹) اس کا کیا
جواب ہے؟
اور بنگال میں جہاں اب سے ۸۰ برس پہلے انگریزی
راج قائم ہو گیا تھا اس میں سید صاحب کے
خادم تیتو میاں نے ادھر سرحد پر اصطبل جنگ
بجتے ہی کیوں جہادی مہم شروع کر دی وہاں
کون سے سکھ لیتے تھے؟ الغرض یہ الزام
کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے اور ہمارا دعوی
یہ ہے کہ اس کے بعد ۱۹۴۷ء تک جتنا سلسلہ
عمل جاری رہا وہ اسی سلسلہ خیر کی ایک کڑی ہے
اس لئے ہم نے آپ کو آزادی کا مجاہد اول
کہا ہے، سید صاحب کی شہادت کے بعد بچے
کھچے مجاہدین کا وہ عمل ہے جس کا کچھ اندازہ آپ کو
ہنٹر کے اقتباسات سے ہوا، اہل صادق پور

جو سید صاحب کی تحریک کا اہم حصہ تھے اس
واقعہ کے بعد بغاوت کے مقدمات بنا بنا کر جس
طرح ان سے بدسلوکی کی گئی حتی کہ ان کے قبرستانوں
میں ہل چلا دیئے گئے اور ان کو دریائے شور بھجوا
دیا گیا وہ اسی تاریخ کا ایک حصہ ہے اور اس
واقعہ کے ۲۶ برس بعد ۱۸۵۷ء کا معرکہ شروع
ہوا جسکو انگریز بہادر اور اس کے گلے بندھوں
نے غدر کا نام دیا اسکی قیادت اصلاً مسلمانوں
کے ہاتھ تھی اور اسمیں جماعت مجاہدین کے
بچے کھچے افراد کا قائدانہ حصہ تھا، جنرل بخت
خاں اور مولانا لیاقت علی الہ آبادی جیسے قائدین
کا تعلق سید صاحب سے تاریخی طور پر ثابت
ہو چکا ہے (مظلوم مصلح کا مقدمہ صفحہ ۲۲ از
مولانا علی میاں)

ادھر اسی موقعہ پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب
مہاجر مکی کی قیادت میں شاملی وغیرہ کا جہاد
ہوا جس میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا
رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت حافظ ضامن
شہید وغیرہ شامل تھے، یہ حضرات براہ راست
سید صاحب سے متعلق تھے کہ سید صاحب کے
شیخ الشیخ حضرت شاہ عبد الرحیم شہیدؒ سید
صاحب کے خادم اور بالاکوٹ کے شہداء میں
شامل تھے۔ ان جنگی مہموں کی ناکامی کے بعد
تعلیم کے عنوان سے جو کام شروع کیا جسکی پہلی
کڑی دار العلوم دیوبند ہے اور ادھر علی گڑھ کا
مدرسہ جس کے بانی سر سید احمد خان تھے۔
یہ سب اسی مہمات کا حصہ ہیں، سر سید احمد
خاں بھی مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد تھے
(انداز فکر و عمل کا اختلاف ضرور ہے لیکن جلد
ہی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے صاحبزادہ
آفتاب احمد سے مل کر اس خلیج کو پاٹنا شروع کیا

حضرت شیخ الہند کے دور کی تنظیم انصار الاسلام
اور دیوبند کا جلسہ دستار بندی بھی اسی سلسلہ
کی کڑیاں ہیں اور پھر تحریک ریشمی رومال جس نے
پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا
اور ۱۸۵۷ء کے قریب قریب ۵۵ سال
بعد پھر انگریز کو بوریہ نشینوں کی اجتماعی جدو
جہد سے برد آزما ہونا پڑا۔

اس کے علاوہ مختلف الفکر سیاسی تحریکیں اپنے
ہزار اختلاف کے باوجود اہل علم کی قیادت سے
کبھی مستغنی نہ ہو سکیں اور اہل علم بھی وہ جن
کی رگوں میں آزادی کے مجاہدوں کا خون
تھا، اور جمعیۃ علمائے ہند کا کردار تو الم نشرح
ہے، جس نے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں
سے بہت عرصہ پہلے کامل آزادی کا نعرہ لگا
کر عملی جدوجہد شروع کی۔ — یہ سفر
اسی طرح جاری رہا تا آنکہ ۱۹۴۷ء کا سال
طلوع ہوا جسمیں انگریز کا اقتدار مٹی میں مل گیا
سید ہاشمی فرید آبادی کہتے ہیں،

"اگر چہ ان کے جہاد کا مقصد بظاہر محدود
اور عملی دشواریوں کے اندازے ناقص
تھے لیکن کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان و
ہند کی ملت اسلامیہ کی زندگی میں سب سے
پہلا اجتماعی اقدام اور مسلمانوں کی
پہلی قومی نوعیت کی تحریک تھی"

(صفحہ ۲۹ ج ۲)

سید ہاشمی صاحب کہتے ہیں کہ اس کے پیشوا
کی جتنی یاد منائی جائے بجا ہے —
نیشنل سنٹر کے ارباب حل وعقد تبریک کے
مستحق ہیں کہ انہوں نے اس طرف توجہ دی
ہمیں امید ہے کہ پورا ملک اس طرف متوجہ
ہو گا، تاکہ اسلاف کے کردار کی روشنی میں
ہم اپنے ماضی سے جڑ کر روشن مستقبل تعمیر
کر سکیں۔!

ہدیہ تبریک

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور زید مجدہم
کے خادم حاجی بشیر احمد کے چھوٹے بھائی کا نکاح
مسنونہ گذشتہ جمعرات کو معین ذکر کی مبارک تقریب
کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ میں منعقد ہوا
حضرت مولانا انور نے نکاح پڑھایا، حضرت سے
قبل مولانا محمد اشرف ہمدانی خطیب جامع مسجد
جناح کالونی فیصل آباد نے مختصر تقریر کی
جسمیں کہا کہ حضور علیہ السلام کے اتباع و تابعداری
کا نام ہی اصل دین ہے اور آپ کا اسوہ حسنہ انسانی
زندگی کے تمام معاملات پر محیط ہے،" اہل اللہ
اور علماء امت جسمیں ہمارے حضرت شیخ التفسیر
قدس سرہ بھی شامل تھے بلکہ اس گروہ کے سرخیل
اور اب ان کے صاحبزادے خلف الرشید بھی
یہی سبق پڑھاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زندگی کو پوری
طرح اپنایا جائے،

تقریر کے بعد حضرت نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور پھر
انتہائی خشوع سے دعا فرمائی دعا کے بعد حاجی
صاحب کی طرف سے مہمانوں کی خاطر تواضع کی گئی
ادارہ دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خوشی کو فریقین
کے لئے دائمی بنائے،"

آیت کریمہ

۲۲ مئی، بعد نماز مغرب متصل
مجلس ذکر (انشاء اللہ تعالیٰ) دعوت
عام ہے

تعارف و تبصرہ

ہجرت نبوی و معیت صدیقؓ

تصنیف مولانا عبدالغنی شیدا ______

موصوف کی کئی ایک قیمتی کتابیں اس سے قبل بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرت و اخلاق پر اور ان کے کارہائے نمایاں اور ان سے متعلق مسائل پر موصوف کی گہری نظر ہے اور وہ ایک فکر انگیز نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ ______

زیر نظر رسالہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے پیغمبر اسلام علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ ایک انقلاب آفریں واقعہ ہے اور اس میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی رفاقت ایک زندہ ولازوال حقیقت! اس عنوان کو موصوف نے بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے نبھایا ہے اور اس ضمن میں بعض ایسے مسائل کی نشاندہی کی ہے جو ممکن ہے عام لوگوں کے لئے نئے ہوں لیکن اہل علم کے لئے معرکہ کی چیزیں ہوں گی ______

جمعیۃ محبین صحابہ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور سے یہ رسالہ دستیاب ہے
قیمت ۳/۵۰ روپیہ۔

المدنی، نور البشر، مسنون ڈاڑھی

یہ تینوں رسالے دار التصنیف پاکستان اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کے شائع شدہ ہیں پہلا رسالہ جامعہ کے ناظم مولانا راحت گل کے قلم سے ہے، اور دوسرے دو رسالے شیخ الجامعہ مولانا بادشاہ گل مرحوم و مغفور کے قلم سے ہیں۔ ______

پہلا رسالہ حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے حالات پر مشتمل ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے خصوصی شاگرد اور آپ کے جانشین تھے، قطب عصر حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کے مرید مجاز خصوصی اور تمام اکابر کی آنکھوں کا تارا تھے۔

علم و معرفت حریت و آزادی کے میدانوں میں آپ کی خدمات ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اپنے چھوڑ بیگانے بھی اس کے معترف ہیں، آپ کی سوانح پر مختلف اہل قلم نے خامہ فرسائی کی ہے جن میں ایک یہ رسالہ بھی ہے جس پر حضرت مدنی قدس سرہٗ کے خلف الرشید و جانشین مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہٗ کی تقریظ کے ساتھ ساتھ حضرت الامام لاہوری کے خلیفہ و خادم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کی رائے بھی موجود ہے۔

اس طرح دو بزرگوں کی رائے گرامی سے مزین یہ رسالہ خاصہ کی چیز بن گیا ہے جس میں حضرت مدنی کے حالات کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی میں علماء کے کردار پر قابل قدر بحث بھی ہے

دوسرے رسالہ کے نام سے ظاہر ہے کہ ایک خاص مسئلہ پر بحث کا حامل یہ رسالہ علمی انداز میں لکھا گیا ہے گم گشتگان راہ حق کو دعوت فکر دی گئی ہے اور صحیح بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ______

تیسرا رسالہ داڑھی سے متعلق ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا مقدس عمل آج کے بے عمل مسلمانوں اور گم کردہ راہ متجددین کے زیغ و ضلال کی ناوک افگنی کا شکار ہے، ایک درد مند اہل علم مسلمان کی خوبصورت تحریر جو مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ کی تقریظ سے مزین ہے، اس لئے چھاپی گئی ہے کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ اپنے محبوب نبی کی سیرت کی طرف پلٹ آئے۔ ______

تینوں رسائل کی قیمت بالترتیب ۶/- ، ۱/۵۰ اور ۱/۵۰ روپیہ ہے جو بہت کم ہے ______

رسائل مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان

یہ مکتبہ ایک عرصہ سے مسلمان قوم کی خدمت میں مصروف ہے، خوبی یہ ہے کہ انتہائی ضروری اور اہم مسائل پر انتہائی خوبصورت اور ہلکا پھلکا لٹریچر محض لاگت قیمت پر مہیا کرنا، تاکہ ہر کس و ناکس استفادہ کر سکے اس وقت سات رسائل سامنے ہیں۔

اسلام میں شادی کی اہمیت۔

شجرۃ التوحید و کلمہ طیبہ کا صحیح مفہوم۔

تعمیر اخلاق۔

اسلام کے خلاف روس کی دریدہ دہنی

شرکیہ اثرات کا حل (کبھی نہ بخشے جانے

والے گمراہ شرک کے مکروہ اثرات) ناسوتی فرشتے (بعض وہ مسائل جو ملت کے لئے پریشانی کا موجب بنتے ہیں) اور.... نواز قوم سے خطاب،

ہر رسالہ کا نام ہی اس کی حقیقت کا غماز ہے

قیمت علی الترتیب:

۱/۲۵، ۱/۴۰، ۰/۶۰، ۰/۷۵، ۲/۰، ۱/۵۰، اور ۴۰ پیسہ ہیں مکتبہ سے حاصل کریں بلکہ خدا توفیق دے تو اپنے حلقہ میں تقسیم کریں۔

پروفیسر عبدالحمید صدیقی اپنی تحریروں کے آئینہ میں

گوجرانوالہ کے صاحب علم و فن مرحوم پروفیسر جنہیں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور نے الہلال کے دور ثانی میں اڈیٹر کی حیثیت سے تجویز کیا تھا، لیکن بوجوہ عملاً ایسا نہ کرسکے پاکستان میں حوادث روزگار کے سبب کسمپرسی کے عالم میں وقت گذار کر — اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، مرحوم کے قلم سے اردو انگریزی میں بہت کچھ نکلا خاص کر قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور تشریحی تعلیقات (جو افسوس کہ ۹ پارے ہوسکے) حدیث کی معروف کتاب صحیح مسلم کا انگریزی ترجمہ (مطبوعہ) مشکوٰۃ جیسی حدیث کی معرکۃ الآرا کتاب کا انگریزی ترجمہ جیسی چیزیں معرکہ کی ہیں، جو رہتی دنیا تک مرحوم کو زندہ رکھیں گی، آپ کے برادر اصغر نے یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں بعض اہل قلم کے مضمون بھی ہیں جو صدیقی مرحوم کی شخصیت کے عکاس ہیں اور پھر مرحوم کی تحریروں کا انتخاب اور آخر میں ان کی تصانیف و تراجم کا تعارف ہے، اگر گردش دوراں کے سبب زاویۂ خمول میں پڑے ہوئے انسان کی سیرت کی عکاسی کے لئے یہ مجموعہ خوب ہے اور قاضی پبلکیشنز جس نے یہ کتاب چھاپی ہے اور ابھی بہت کچھ چھاپنے کا عزم ہے مستحق تبریک ہے امید ہے کہ اہل نظر اس کتاب کی قدر کریں گے، قیمت ۱۶/ روپیہ ۱۲۱ ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔"

بقیہ: تعزیت

صاحب مرحوم جو مجلس احرار کے بہت ہی مخلص اور عزیز ورکر تھے گذشتہ دنوں لاہور سے گوجرانوالہ جاتے ہوئے ایک حادثہ کا شکار ہو گئے جنہیں عدم شناخت کی وجہ سے شیخوپورہ میں دفنا دیا گیا۔ چند دن کے بعد علم ہوا تو ان کے ورثاء ان کی نعش لاہور لے آئے۔

یہ حادثہ پورے خاندان کے لیے سخت رنج و قلق کا باعث ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے کسی کا بس نہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے ساتھ اپنی رحمت خصوصی کا معاملہ فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے

جب کوئی اہل علم کا مذاق اڑاتا ہے تو مجھے رونا آتا ہے۔ (حضرت فضیل)

(آخری قسط)

سمت قبلہ کا تعین

(سید صمد حسین رضوی)

عرض البلد تقریباً ۳۰ درجے شمال طول البلد تقریباً ۷۱ درجے مشرق	سمتِ قبلہ (سورج کے سائے کی مدد سے) (۱۰) ملتان اور اس کے نواحی علاقوں کے لئے	سایہ دیکھنے کیلئے کسی ایسی چیز کو منتخب کرنا چاہیئے جو بالکل عموداً کھڑی ہو

مہینہ	تاریخ	پاکستان کا معیاری وقت جب کہ سایہ			مہینہ	تاریخ	پاکستان کا معیاری وقت جب کہ سایہ		
		سمت قبلہ کی طرف ہوتا ہے	سمت قبلہ سے عموداً ہوتا ہے	سمت قبلہ کے مخالف ہوتا ہے			سمت قبلہ کی طرف ہوتا ہے	سمت قبلہ سے عموداً ہوتا ہے	سمت قبلہ کے مخالف ہوتا ہے
		منٹ، گھنٹہ	منٹ - گھنٹہ	منٹ، گھنٹہ			منٹ، گھنٹہ	منٹ، گھنٹہ	منٹ - گھنٹہ
جنوری	۱	—	۱۱ — ۴۳	—	جولائی	۱	۷ — ۵۷	۱۲ — ۱۳	۱۴ — ۷
	۵	—	۱۱ — ۴۵	—		۵	۷ — ۵۴	۱۲ — ۱۳	۱۴ — ۱۰
	۱۰	—	۱۱ — ۴۷	—		۱۰	۷ — ۴۹	۱۲ — ۱۳	۱۴ — ۱۰
	۱۵	—	۱۱ — ۵۰	—		۱۵	۷ — ۴۳	۱۲ — ۱۴	۱۴ — ۲۵
	۲۰	—	۱۱ — ۵۳	—		۲۰	۷ — ۳۴	۱۲ — ۱۳	۱۴ — ۳۳
	۲۵	—	۱۱ — ۵۴	—		۲۵	۷ — ۲۵	۱۲ — ۱۳	۱۴ — ۴۳
فروری	۱	—	۱۱ — ۵۷	—	اگست	۱	۷ — ۱۰	۱۲ — ۱۲	۱۴ — ۵۷
	۵	—	۱۱ — ۵۸	—		۵	۷ — ۲	۱۲ — ۱۱	۱۵ — ۶
	۱۰	—	۱۱ — ۵۹	—		۱۰	۶ — ۵۰	۱۲ — ۹	۱۵ — ۱۶
	۱۵	—	۱۲ — ۰	—		۱۵	۶ — ۳۷	۱۲ — ۷	۱۵ — ۲۶
	۲۰	—	۱۲ — ۱	—		۲۰	۶ — ۲۴	۱۲ — ۵	۱۵ — ۳۸
	۲۵	—	۱۲ — ۲	—		۲۵	۶ — ۱۱	۱۲ — ۳	۱۵ — ۴۹
مارچ	۱	—	۱۲ — ۲	۱۷ — ۵۹	ستمبر	۱	۵ — ۵۲	۱۱ — ۵۹	۱۶ — ۴
	۵	—	۱۲ — ۳	۱۷ — ۴۸		۵	—	۱۱ — ۵۷	۱۶ — ۱۳
	۱۰	—	۱۲ — ۲	۱۷ — ۳۴		۱۰	—	۱۱ — ۵۴	۱۶ — ۲۳
	۱۵	—	۱۲ — ۲	۱۷ — ۲۰		۱۵	—	۱۱ — ۵۱	۱۶ — ۳۴
	۲۰	—	۱۲ — ۱	۱۷ — ۵		۲۰	—	۱۱ — ۴۸	۱۶ — ۴۴
	۲۵	—	۱۲ — ۱	۱۶ — ۵۱		۲۵	—	۱۱ — ۴۶	۱۶ — ۵۶
اپریل	۱	—	۱۲ — ۱	۱۶ — ۳۱	اکتوبر	۱	—	۱۱ — ۴۲	۱۷ — ۹
	۵	—	۱۲ — ۱	۱۶ — ۳۰		۵	—	۱۱ — ۳۹	۱۷ — ۱۸
	۱۰	—	۱۲ — ۰	۱۶ — ۵		۱۰	—	۱۱ — ۳۷	۱۷ — ۲۹
	۱۵	۶ — ۴	۱۲ — ۰	۱۵ — ۵۲		۱۵	—	۱۱ — ۳۵	۱۷ — ۴۱
	۲۰	۶ — ۱۵	۱۲ — ۰	۱۵ — ۳۹		۲۰	—	۱۱ — ۳۴	—
	۲۵	۶ — ۲۶	۱۲ — ۰	۱۵ — ۲۶		۲۵	—	۱۱ — ۳۱	—
مئی	۱	۶ — ۴۰	۱۲ — ۱	۱۵ — ۱۰	نومبر	۱	—	۱۱ — ۳۰	—
	۵	۶ — ۴۹	۱۲ — ۱	۱۵ — ۱		۵	—	۱۱ — ۲۹	—
	۱۰	۶ — ۵۹	۱۲ — ۱	۱۴ — ۴۹		۱۰	—	۱۱ — ۲۸	—
	۱۵	۷ — ۹	۱۲ — ۲	۱۴ — ۳۹		۱۵	—	۱۱ — ۲۸	—
	۲۰	۷ — ۲۰	۱۲ — ۳	۱۴ — ۲۸		۲۰	—	۱۱ — ۲۸	—
	۲۵	۷ — ۲۹	۱۲ — ۵	۱۴ — ۲۱		۲۵	—	۱۱ — ۲۹	—
جون	۱	۷ — ۴۱	۱۲ — ۶	۱۴ — ۱۱	دسمبر	۱	—	۱۱ — ۳۰	—
	۵	۷ — ۴۶	۱۲ — ۷	۱۴ — ۶		۵	—	۱۱ — ۳۱	—
	۱۰	۷ — ۵۱	۱۲ — ۸	۱۴ — ۳		۱۰	—	۱۱ — ۳۳	—
	۱۵	۷ — ۵۵	۱۲ — ۹	۱۴ — ۰		۱۵	—	۱۱ — ۳۵	—
	۲۰	۷ — ۵۷	۱۲ — ۱۰	۱۴ — ۰		۲۰	—	۱۱ — ۳۷	—
	۲۵	۷ — ۵۹	۱۲ — ۱۲	۱۴ — ۲		۲۵	—	۱۱ — ۳۹	—

نوٹ: صحیح مغرب سے سمتِ قبلہ تقریباً ۱۰ درجے جنوب کی طرف جھکی ہوئی ہے

عرض البلد تقریباً ۳۳ درجے شمال / طول البلد تقریباً ۷۰½ درجے مشرق					سمتِ قبلہ (سورج کے سائے کی مدد سے) (۱۱) بنوں اور اس کے نواحی علاقوں کے لئے				سایہ دیکھنے کے لئے کسی ایسی چیز کو منتخب کرنا چاہیئے جو بالکل عموداً کھڑی ہو
مہینہ	تاریخ	پاکستان کا معیاری وقت جب کہ سایہ: سمتِ قبلہ کی طرف ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)	سمتِ قبلہ سے عموداً ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)	سمتِ قبلہ کے مخالف ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)	مہینہ	تاریخ	پاکستان کا معیاری وقت جب کہ سایہ: سمتِ قبلہ کی طرف ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)	سمتِ قبلہ سے عموداً ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)	سمتِ قبلہ کے مخالف ہوتا ہے (منٹ ۔ گھنٹہ)
جنوری	۱	—	۱۱ — ۲۶	—	جولائی	۱	۷ — ۲	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۹
	۵	—	۱۱ — ۲۹	—		۵	۷ — ۰	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۱۳
	۱۰	—	۱۱ — ۳۱	—		۱۰	۶ — ۵۶	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۱۹
	۱۵	—	۱۱ — ۳۴	—		۱۵	۶ — ۵۱	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۲۵
	۲۰	—	۱۱ — ۳۷	—		۲۰	۶ — ۴۴	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۳۲
	۲۵	—	۱۱ — ۳۹	—		۲۵	۶ — ۳۶	۱۲ — ۱۰	۱۴ — ۳۹
فروری	۱	—	۱۱ — ۴۳	—	اگست	۱	۶ — ۲۵	۱۲ — ۸	۱۴ — ۵۱
	۵	—	۱۱ — ۴۴	—		۵	۶ — ۱۴	۱۲ — ۷	۱۴ — ۵۸
	۱۰	—	۱۱ — ۴۶	—		۱۰	۶ — ۸	۱۲ — ۵	۱۵ — ۶
	۱۵	—	۱۱ — ۴۷	۱۸ — ۱		۱۵	۵ — ۵۸	۱۲ — ۲	۱۵ — ۱۵
	۲۰	—	۱۱ — ۴۹	۱۷ — ۵۰		۲۰	۵ — ۴۶	۱۱ — ۵۹	۱۵ — ۲۴
	۲۵	—	۱۱ — ۵۰	۱۷ — ۳۸		۲۵	—	۱۱ — ۵۷	۱۵ — ۳۴
مارچ	۱	—	۱۱ — ۵۰	۱۷ — ۲۶	ستمبر	۱	—	۱۱ — ۵۳	۱۵ — ۴۶
	۵	—	۱۱ — ۵۱	۱۷ — ۱۷		۵	—	۱۱ — ۵۰	۱۵ — ۵۴
	۱۰	—	۱۱ — ۵۲	۱۷ ۵		۱۰	—	۱۱ — ۴۷	۱۶ — ۲
	۱۵	—	۱۱ — ۵۲	۱۶ — ۵۳		۱۵	—	۱۱ — ۴۳	۱۶ — ۱۱
	۲۰	—	۱۱ — ۵۲	۱۶ — ۳۹		۲۰	—	۱۱ — ۳۹	۱۶ — ۲۰
	۲۵	—	۱۱ — ۵۳	۱۶ — ۲۸		۲۵	—	۱۱ — ۳۶	۱۶ — ۳۰
اپریل	۱	—	۱۱ — ۵۳	۱۶ — ۱۰	اکتوبر	۱	—	۱۱ — ۳۲	۱۶ — ۴۱
	۵	—	۱۱ — ۵۴	۱۶ — ۰		۵	—	۱۱ — ۲۹	۱۶ — ۴۸
	۱۰	—	۱۱ — ۵۴	۱۵ — ۴۷		۱۰	—	۱۱ — ۲۶	۱۶ — ۵۷
	۱۵	—	۱۱ — ۵۴	۱۵ — ۳۶		۱۵	—	۱۱ — ۲۳	۱۷ — ۷
	۲۰	—	۱۱ — ۵۵	۱۵ — ۲۵		۲۰	—	۱۱ — ۲۱	۱۷ — ۱۷
	۲۵	—	۱۱ — ۵۵	۱۵ — ۱۳		۲۵	—	۱۱ — ۱۸	۱۷ — ۲۶
مئی	۱	۵ — ۵۸	۱۱ — ۵۶	۱۵ — ۰	نومبر	۱	—	۱۱ — ۱۶	—
	۵	۶ — ۵	۱۱ — ۵۷	۱۴ — ۵۲		۵	—	۱۱ — ۱۵	—
	۱۰	۶ — ۱۳	۱۱ — ۵۸	۱۴ — ۴۳		۱۰	—	۱۱ — ۱۳	—
	۱۵	۶ — ۲۲	۱۱ — ۵۹	۱۴ — ۳۴		۱۵	—	۱۱ — ۱۴	—
	۲۰	۶ — ۳۱	۱۲ — ۰	۱۴ — ۲۶		۲۰	—	۱۱ — ۱۳	—
	۲۵	۶ — ۳۹	۱۲ — ۲	۱۴ — ۲۰		۲۵	—	۱۱ — ۱۳	—
جون	۱	۶ — ۴۸	۱۲ — ۴	۱۴ — ۱۲	دسمبر	۱	—	۱۱ — ۱۴	—
	۵	۶ — ۵۳	۱۲ — ۵	۱۴ — ۸		۵	—	۱۱ — ۱۵	—
	۱۰	۶ — ۵۶	۱۲ — ۶	۱۴ — ۶		۱۰	—	۱۱ — ۱۶	—
	۱۵	۶ — ۵۹	۱۲ — ۷	۱۴ — ۵		۱۵	—	۱۱ — ۱۸	—
	۲۰	۷ — ۱	۱۲ — ۹	۱۴ — ۶		۲۰	—	۱۱ — ۲۱	—
	۲۵	۷ — ۲	۱۲ — ۱۱	۱۴ — ۷		۲۵	—	۱۱ — ۲۴	—

نوٹ: صحیح مغرب سے سمت قبلہ تقریباً ۱۵ درجے جنوب کی طرف جھکی ہوئی ہے۔

تاریخ المدینۃ المنورۃ کی عظیم مقبولیت کے بعد مکتبۃ الحبیب کی دوسری تاریخی پیشکش

تاریخ مکۃ المکرمۃ (جلد اوّل)

مؤلفہ : محمد عبد المعبود

مکۃ المکرمہ کی چار ہزار سالہ مکمل، مفصل اور مدلل، رفیع الشان، مستند تاریخ، نایاب تصاویر سے مزین، بڑی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

خواہش مند حضرات جلد از جلد اپنا آرڈر بک کرالیں۔ رقم پیشگی ارسال کرنے والے حضرات کا ڈاک خرچ ہمارے ذمہ ہوگا تین کتابیں یکمشت منگوانے پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

دیدہ زیب، سنہری جلد، صفحات ۴۵۰ سے زائد، سائز ۲۲×۱۸/۸ قیمت ۳۰ روپے

مکتبۃ الحبیب، جامع مسجد پھولوں والی رحمٰن پورہ راولپنڈی

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | بفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۳

مذہب حنفی کی سچی تصویر

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کے قلم سے ایک نادر تصنیف

اصلی اور کھرا حنفی مذہب کیا ہے؟

یہ جاننے کیلئے اس کتابچہ کا مطالعہ ضروری ہے

قیمت : ایک روپیہ

انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور